بچن سنگھ نمبردار ٹھیڈی

صوبیدار مول سنگھ نئی سرائے

پیار مِلا ہے جن کو سب کا ایسے گورو ہمارے ہیں
جس سے پُوچھو یہی کہے گا نانک سب کے پیارے ہیں
(کوشاں)

"سب کے پیارے نانک"

حقیقت نگار:-

(سوڈھی) گورُبچن سِنگھ کوشاں

دو کتابوں کی قیمت دس روپے

قیمت فی جلد چھ روپے

سب تے وڈا ستگر نانک جِن کل راکھی میری

اس کتاب کا پہلا انتساب

پانچویں گورو نانک شری گورو ارجن دیو جی کے اس روح افزا شبد سے ہے جس نے ۱۶ اگست ۱۹۷۴ء (بھادوں سنکرانت) کے دن صاحب شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے دو چھوٹے امر شہید صاحبزادوں کی آخری آرام گاہ (گوردوارہ جیوتی سروپ جی) میں روحانی حکم بن کر میری حوصلہ افزائی کی .... وہ حکم تھا :-

سوہی محلہ (۵)

جِس کے سِر اوپر توں سوامی سو دکھ کیسا پاوے
بول نہ جانے مائیا مد ماتا مرنا چیت نہ آوے - ۱
میرے رام رائے توں سنتاں کا سنت تیرے
تیرے سیوک کو بھو کچھ ناہیں جم نہیں آوے نیرے
۱- رہاؤ - جو تیرے رنگ راتے سوامی تن کا جنم مرن دکھ ناسا
تیری بخشش نہ میٹے کوئی ست گر کا دلاسا - ۲
نام دھیاین سکھ پھل پاین آٹھ پہر آرادھینہ
تیری سرن تیرے بھرواسے پنچ دُشٹ لے سادھینہ - ۳
گیان دھیان کچھ کرم نہ جاناں سار نہ جاناں تیری
سب تے وڈا ستگر نانک جن کل راکھی میری - ۴

نیاز گزار :- (گور بچن سنگھ کوشتاں)

نذر

یہ مَیں بھی جانتا ہوں کہ سچّا پیار دِکھاوا نہیں مانگتا۔ مگر جب دِلنشیں ارمان اُچھل اُچھل کر سینے سے باہر نکلنا چاہیں تو کوئی بے حس انسان ہی ہو گا۔ جو اظہار محبّت کرنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ مَیں اپنے عِلم و ادَب کے شائق دوست پنجاب اور پنتھ کے باشعور سیاستدان سردار جسبیر سنگھ جی سندھو بی اے ایل ایل بی (ممبر پنجاب اسمبلی) پٹیالہ کے توسّط سے۔

پیارے گورو نانک کے پیار میں مُرتّب کی گئی یہ کتاب

قوم و وطن کے عالی قدر، مخلص لیڈر سردار گورچرن سنگھ جی ٹوہرہ (ممبر پارلیمنٹ) پریذیڈنٹ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کی خدمت اقدس میں دِلی عزّت سے بھینٹ کرتا ہوں۔

اُس اتھاہ پیار کے ثبوت میں

جو اُن کے لئے مجھ جیسے ہزاروں افرادِ ملّت کے دِلوں میں تڑپ رہا ہے کسی زیادہ حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ علاقہ تھا نہ موسلے پور چنار تھل (ضلع پٹیالہ) کی دھرتی (جو کبھی ڈھاک پلاس سے ڈھکی رہتی تھی) سے اُبھرا ہوا

یہ گُل شاداب

حق پسندوں کی نظر میں ایک ایسا خوشنما پھول بن گیا ہے جس کی وجاہت و دلکشی پُشتوں تک برقرار رہے گی۔

ہمارے محبوب رہنما کو اُس کے عزم و عمل نے ہی پنتھ کا سرتاج بنا دیا ہے۔ اور اُسی کی صحیح رہنمائی میں ہندوستان سے باہر دور امریکہ تک گورو نانک کے دِکھائے ہوئے اُجالوں کو پھیلایا جا رہا ہے۔ اسی دل افزا جذبہ کے زیرِ اثر میری یہ کتاب حاضر ہے اسے بھی شرف قبولیت بخشا گیا تو مَیں سمجھوں گا میری عقیدت گورو نانک کے حضور میں کامراں ہوئی۔ ع

کام پارس کا ہے آہن کو طِلا کر دینا

بندۂ ناچیز گوربچن سنگھ کوشش

اپنے جنوں کی رہنمائی میں

انوکھے عنوان سے اپنے رنگ میں لکھے گئے تعارف سے پہلے ایک نسبتی شعر لکھتا ہوں ؎

ہوش میں آکر بھی کوشاں خود رہے مدہوش ہم
اپنا مسلک بھی جُدا ہے اپنی دُنیا بھی الگ

یہ جانتے ہوئے کہ "بات تھوڑی سانگ بہت" کی مثال سچی ہے۔ یہ سوچتے ہوئے کہ موت کا کوئی وقت نہیں۔ پتا نہیں اُس کا پروانہ کب آجائے۔ اچھا کام تھوڑے وقت میں ہی کر لینا چاہیئے۔ میں لمبا دیباچہ نہیں لکھنا چاہتا مُرشدِ کامل گورو نانک کی حق پسندانہ زندگی سے رہنمائی لیکر صرف کچھ حقیقتیں بیان کرنے کی جرأت کرتا ہوں:۔

یہ زمانہ جس میں ہم زندگی کے دن بتا رہے ہیں ایک نمائش کا جگ بنکر رہ گیا ہے۔ کتابی دُنیا میں بھی آجکل دکھاوے سے ہی کام لیا جاتا ہے۔ نفسِ مضمون میں کوئی دلکشی ہو یا نہ ہو مگر جس طرح کسی کتاب کے سرورق کو رنگین اور جاذب نظر بنا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح بعض ادیب اپنی تصنیف یا تالیف کے لئے لحاظ دار دوستوں سے "پیش لفظ" یا مقدمے لکھوا کر میدانِ قلم کے "تیس مار خاں" بن بیٹھتے ہیں۔ اس خود ستائی اور غرور کے نشے میں جس کو اپنے آپے کی خبر ہی نہ رہے وہ کب یہ سوچ سمجھ سکتا ہے کہ اسکی کتاب میں کسی جگہ ہجوں کی غلطی، ادبی کمزوری اور فروگذاشت بھی ہو سکتی ہے۔

اِس حقیقت سے آشنا ہو کر بھی کہ ہم روزِ ازل سے مصیبتیں جھیلنے کے لئے ہی پیدا ہوئے ہیں اور تاریخ ٹھیک گواہی دیتی ہے کہ اس پرکئی رنگ

چڑھے اور اُتر گئے ۔ کئی جُگ آئے اور بیت گئے ۔ مگر سچ کی قسمت آج تک نہیں بدلی ۔ اِسے آرام و سکون نہیں ملا ۔ بلکہ ہر آفت اس کے نصیبے میں ہی آئی ہے ۔ اور ہر دکھڑا اسکے صبر کی آزمائش کرتا رہا ہے ۔ مَیں دلدادہ حق بنکر ہمیشہ سچ بولنے اور سچ لدھیانہ کے ایڈیٹر کی حیثیت سے سچ لکھنے ہی کا حوصلہ کرتا رہا ہوں ۔

اَب ایک بار پھر سچ کو اپنا کر لکھتا ہوں کہ مَیں چُونکہ اپنی کتاب کا دیباچہ لکھنا ہی نہ چاہتا تھا (جس طرح فہرست مضامین دینے کی ضرورت نہیں سمجھی) اسلئے نہ تو "کچھ اپنے متعلق" کا عُنوان مُجھے بھایا نہ "پیارے گورُو نانک کی بات" سُنانے کی توفیق اپنی زبانِ قلم میں پائی ۔ اس عاجزی میں جس کی تصویر اِن دو شعروں میں پیش کی جا سکتی ہے) :-

کمال اوج سے کمتر یہ کمتری بھی نہیں ۔ نظر سے اپنی گرا دی جو برتری مَیں نے

نشاطِ زندگی سمجھی ہے میکشی کو شاں ! ۔ لُٹا کے ہوش ہی پائی ہے بیخودی مَیں نے

مجھے "اپنے جنُون کی رہنمائی میں" کی سُرخی ہی اچھی لگی جسے میری رُوح نے سر جُھکا کر قبول کر لیا اور مَیں نانک کے میخانہ میں جا نکلا ۔

مَیں نے عرش تصوّر پر پُہنچ کر یاد کیا گورُو نانک کتنے خود فراموش تھے؟ وُہ سُلطان پور میں نواب دولت خاں لودھی کے مودی بنکر ایک دِن رَسد تولتے وقت اپنے خوبصورت ہاتھوں میں ترازو پکڑے ہوئے جب تیرہ ۱۳ کی دھڑی (دھارن) پر پہنچے تو عالمِ وجد میں "تیرا ہی تیرا" الاپتے ہوئے بیخود ہو گئے ۔ معرفت کی اس اُونچی منزل پر پہنچکر اُنہوں نے فرمایا :-

"میرا مجھ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے سو تیرا"

اِس خود رفتگی اور محویت نے اُنہیں سرشارِ وحدت کر دیا ۔ اور وہ اپنے

اور سب گیانے کی حادوں سے نکل کر "نہ کوئی بیری ناہیں سبگیانہ ۔ سگل سنگ ہم کو بن آئی" کا آوازہ لگا کر سب کے پیارے بابا بن گئے ۔ سب کو پیار کی گودی میں لے لینے والی اسی لامحدودیت نے مجھے اُن کے پیار کی دیوانگی بخشی ۔ موٹروں جہازوں میں سیر کرنے اور سونے چاندی ہیرے جواہروں سے تجوریاں بھرنے والے جھوٹے "خدائی چوروں" کے کلجگی جال سے آزاد رہ کر میں نے قسم کھائی ہے ۔ کہ ہوشمندی کے زمانے (عمر کے آخری دور) میں جبتک جیؤں گا ۔ گورو نانک کی حمد و ثنا میں اور اُن کی راحت بخش تعلیم سے متعلق مضمون لکھوں گا ۔ نظمیں لکھوں گا ۔ کتابیں لکھوں گا ۔ چنانچہ "سب کے پیارے نانک" میرے اسی جوش ارادت کی اپنی پہلی نشانی ہے ۔ اسے کسی نفع کی خواہش سے شائع نہیں کیا جا رہا ہے ، چند مخلص ادب نواز دوستوں کی طرف سے ملی حوصلہ افزائی نے میرے شوقِ ترقیم کو پرواز کے پر لگا دیئے ہیں ۔

پنجاب میں اُردو جیسی زندہ اور دلکش زبان کی بے قدری اور غریب الحالی سے اگرچہ میں ناواقف نہیں ہوں ۔ مگر دسوسوں کے کالے بادلوں میں بھی اُمید کی کرن بنکر مجھے "حکم رضائیں چلنا نانک لکھیا نال" کی مشعلِ راہ جگمگاتی نظر آتی ہے ۔

میں گورو نانک کا ناچیز عقیدتمند ربّی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوا ایسے انتظار و استقلال میں اپنے صدق کی تاثیر کئی بار آزما چکا ہوں ۔

جھوٹے خداؤں اور حکمرانوں کے قصیدے گانا میرا شیوہ نہیں رہا ۔ کیونکہ میرا مستحکم عقیدہ یہ ہے (نئی تہذیب و ترقّی کے ایٹمی زمانے کا انقلاب خواہ کچھ بھی فیصلہ دیدے) کہ دونوں جہانوں کی دولتیں نعمتیں ، حکمتیں ، "آقائے کائنات" کے اختیار میں ہیں ۔ عزّت شہرت اور علمی قابلیت بھی

اس کی بخشش سے ہی ملتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر کام کا قدرت خود ہی اہتمام کرتی ہے اور خود ہی کسی کو دلخواہ انعام دیتی ہے۔ رُوحانی بادشاہت کا تاجدار خود سیدھے ہاتھ بڑھا کر نہیں دیتا تو کسی خیر خواہ کے دل میں قدر دانی کی اُمنگیں جگا دیتا ہے۔

کارلائل نے بھی سچ کہا ہے کہ "دُنیا میں کوئی آدمی اپنے کام کے بغیر پیدا نہیں ہوا"

آبادی انسانیت کے سر پر گورُو نانک نے صدیوں سے جو بھاری قرضے اپنے نوری کردار سے چڑھائے ہوئے ہیں اُن میں سے کسی کی قسط اُتارنا میرا بھی ادبی فرض ہے آرزو دل میں ہے تو یہ ؎

کرم پر جب آئے تو ساقی سے کہنا — زیادہ نہیں گھونٹ بھر چاہتا ہوں
پلا کر کہیں مجھ کو بیخود نہ کر دے — میں ساغر بدوش اِک نظر چاہتا ہوں

گوربچن سنگھ کوشاں

سنگت پورہ سوڈھیاں (ضلع پٹیالہ)
۱۸ ستمبر ۱۹۷۴ء

عقیدت کس طرح کامیاب ہوئی؟

۱۹۶۹ء میں گورو نانک دیو جی کا پانچسو واں جنم دن بڑی دھوم دھام سے منایا گیا تھا۔ بھارتی سرکار نے بھی اس تقریب میں حصّہ لیا تھا۔ دنیا بھر کے عقیدتمندوں اور سکھ تنظیموں (اُنکے بندلوں) نے اپنے پیارے بزرگ کی یاد دلی اُمنگوں سے منائی تھی مگر میرے دل کی یہ حسرت دل ہی میں رہ گئی تھی کہ میں بھی اپنا کوئی کتابی نذرانہ اُن کے حضور میں پیش کر سکتا۔

یہ کوتاہی دانستہ نہ تھی۔ میری مجبوریاں ناداریوں کے دامن میں لپیٹ سمٹ کر سسکیاں بھرتی رہ گئیں تھیں۔ سینے میں ایک چھپی کسک سالوں سلگتی آگ بنی رہی کہ اتنے میں ۱۹۷۴ء کے برساتی موسم کی پہلی بارش ہوئی اور میں نے اپنے حصّہ کی ملکیتی زرعی زمین کو بیچنے کا فیصلہ کر لیا۔ خریدار سے سودا بن گیا تو رجسٹری بھی ہو گئی۔ اسطرح میں ۲۹ نومبر کو منائے جا رہے پانچسو پانچویں جنم دن پر اپنی یہ پیشکش لیکر گورو کے دربار میں حاضر ہو رہا ہوں۔ جناب پنڈت نظر سدھانوی کا یہ شعر وردِ زباں رکھتے ہوئے ؎

دلِ ناداں یہ نادانی کہیں نکلے نہ جی تو اُ ~~~ تُجھے معلوم بھی ہے عشق کی منزل کہاں تک ہے؟

اپنے عشق میں سرخروئی حاصل کرتے ہوئے یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں۔ یہ کتاب "سب کے پیارے نانک" کسی عطیۂ غیبی سے تو چھاپی ہی نہیں گئی۔ اس پر کالے دھن کا منحوس سایہ بھی نہیں پڑا۔ یہ میری اُس جگرداری کا جیتا جاگتا ثبوت ہے جس کے حکم سے میں نے گُلتو (ہماچل) میں رہائش پذیر اکلوتی لڑکی کی حسب توفیق حق رسی کرنیکے بعد بچی پونجی سے اپنے پیار کی جوت جگائی ہے +

اپنے آپکو ہیچ مچ قسمت ور سمجھتا ہوں کہ سچے مرشد کی نگۂ مہر سے دل کی لگی بجھ گئی ہے تو سچائی کے اُجالوں میں دکھا ہوئی اسکی اظہار کی وارمیں) رہنمائی بھی دل میں اتر گئی ہے و نانے ہیر نانک دنیا چار دہاڑے سُکھ کیتے دُکھ ہوئی + گلاں والے ہیں گھنیرے چھڈ نہ سکے کوئی (انگو پچھی گرگرنتھ)

سُورج کی پہلی کِرن

مُول منتر

(حمدِ الٰہی گورو نانک کی زبان سے)

اِک اونکار ۔ ست نام کرتا پُرکھ

نربھو نرویر

اکال مُورت ۔ اجُونی سے بھنگ

گرپرساد

جپ

آد سچ جُگاد سچ

ہے بھی سچ نانک ہوسی بھی سچ (اصل)

ایک اونکار ہے ست نام ہے خالق سب کا
خوف سے بغض و عداوت کے اثر سے بالا

غیر فانی ہے زمانے میں اسی کی صورت
مرنے جینے سے بری ہے تو اسی کی مورت

اُس کو امداد کی حاجت نہ سہارے کی طلب
زیب دیتا ہے اُسے قادرِ مطلق کا لقب

اُس سے قائم ہے جہاں اور وہ قائم بالذات
جوہرِ کُل ہے وہی اور عرضِ موجودات

وہ گورو کی عنایت سے نظر آتا ہے
فیضِ مرشد ہی سے انسان اُسے پاتا ہے

ذاکر اُس واہگورو کا ہو جو سچ تھا سچ ہے
ہاں ازل سے اُسی معبود کا جلوہ سچ ہے

اب بھی نانک ہے وہی خالقِ یکتا برحق
اور ابد میں بھی اسی ذات کا ہونا برحق

جناب سادھو سنگھ سادھو فریدکوٹی کے
(منظوم ترجمہ جپ جی صاحب سے)



"کل تارن گوُرو نانک آیا"

ستگوُر نانک پرگٹیا مٹی دُھند جگ چانن ہوا
جیئوں کر سُورج نکلیا تارے چھپے اندھیر پلوآ

(بھائی گوُرداس جی)

وہ دُھند کیا تھی؟

کل آئی کُتی موہی کھاج ہوا مُردار گوسائی
راجے پاپ کماوندے اُلٹی باڑ کھیت کو کھائی
پرجا اندھی گیان بن کوُڑ کوُسّت مُکھ آلائی
ورتیا پاپ سبھس جگ ماہی

(بھائی گوُرداس جی)

کل کاتی راجے قصائی دھرم پنکھ کر اُڈریا
کوُڑ اماوس سچ چندرما دِسّے ناہی کہہ چڑھیا

(گوُرو نانک)

سُنی پُکار داتار پربھ گوُرو نانک جگ ماہے پٹھایا
کلجگ بابے تاریا ست نام پڑھ منتر سُنایا

(بھائی گوُرداس جی)

بُجھیا اند جگ وچ کل تارن گوُرو نانک آیا

(بھائی گوُرداس جی)

گورونانک دیو جی کے پانچ قیمتی بچن

(۱) بِچکنڑ جاتی بھکھڑ ناؤ
سبھناں جیاں ایکا چھاؤ
آپس جے کو بھلا کہائے
نانک تا پر جاپے جا پت لیکھے پائے (گورونانک)

(۲) کوڑ نکھٹے نانکا اوڑک سچ رہی (گورو نانک)
جھوٹ آخر

(۳) جنت ست تیرتھ بھجن نام
ادھک بیچار کرو کِس کام؟ (گورو نانک)

(۴) مرن نہ مورت پچھیا پوچھی بدھی نہ وار
نہورت
اِکنی لدیا اِک لد چلے اِکنی بدھے بھار
(گورو نانک)

(۵) سچ پرانا ہووے ناہی سیتا کدے نہ پاٹے
نانک صاحب سچو سچا بچتر جاپی جاپے
(گورو نانک)

سب کے سانجھے مُرشد

گورو نانک دیو جی نے سب مذہبوں عقیدوں اور طبقوں کے افراد کو اُپدیش دیا ہے۔

مُسلمانوں کے بارے میں آپ نے فرمایا:-

سچا مُسلمان کون ہے؟

ہر سبیت صدق مُصلّا حق حلال قرآن

سرم سُنّت سیل روجہ ہووے مُسلمان

کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نواز

تسبیح سا تس بھاوسی نانک رکھو لاج

سچے مُسلمان کی نماز کیسی ہو؟

پنج نوازاں وکھت پنج پنجے ناؤ

پہلا سچ حلال دُوئے تیجے خیر خدائے

کرنی کلمہ آکھ کے تا مُسلمان سدائے

نانک جوتے کُر یار کوڑے کوڑھی پائے

ہندوؤں کے متعلق آپ نے کہا:-

ہندوؤں کا جنیُو کیسا ہو؟

دیا کپاہ سنتوکھ سُوت جت گنڈھی سُت وٹ

اِہ جنیئو جیہہ کا ہئی تاں پانڈے گھت

نہ ایہ تُٹّے نہ مل لگّے

نہ ایہ جلے نہ جائے

دھن سو مانس نانکا

جو گل چلے پائے

سچا براہمن کون ہے؟

سو براہمن جو بندے برہم
جپ تپ سنجم کمائے کرم
سیل سنتوکھ کا رکھے دھرم
بندھن توڑے ہووے مکت
سوئی براہمن پوجن جگت

اصلی کھتری کیسا ہونا چاہیئے؟

کھتری سو جو کرم کا سور
پن دان کا کرے سریر
کھیت پچھانے بیجے دان
سو کھتری درگاہ پروان
لب لوبھ جے کوڑ کماوے
آپنا کیتا آپے پاوے

گورو نانک دیو جی نے کُل انسانیت کو مشترکہ اپدیش دیا اور جذبۂ خدمت ایشور بھگتی، دھرم کی کمائی سے نیک اور سچا جیون بسر کرنے کی ترغیب دی۔ آپ فرماتے ہیں:-

سیوا کیتی سنتوشی جنہاں سچو سچ دھیایا
اونہاں مندے پیر نہ رکھیو کر سکرت دھرم کمایا
اونی دنیا توڑے بندھنا ان پانی تھوڑا کھایا
توں بخشیشی اگلا نت دیوہ چڑھے سوایا

وڈیائی وڈا پایا

اور

من ہٹھ بدھی کیتیا کیتے وید وچار
کیتے بندھن جیہ کے گورمکھ موکھ دوار
سچ اُرے سبھ کو اوپر سچ آچار

(بشکریہ محکمہ تعلقات عامہ پنجاب)

عظیم شاعر مدحت طراز ہیں

نانک رائے

(دسویں بادشاہ گورو گوبند سنگھ صاحب
کے قلم سے)

دوہا

تن بیدین کی کُل وکھے پرگٹے نانک رائے
سب سکھن کو سکھ دیئو جہہ تہہ بھئے سہائے

چوپائی

تن اِہہ کلُ میں دھرم چلائیو
سب سادھن کو راہ بتائیو
جو تاں کے مارگ میں آئے
تے کبھُوں نہیں پاپ سنتائے
جے جے پنتھ توں کے پرے
پاپ تاپ تن کے پربھ ہرے

گورو نانک آمد

(بھائی نند لال صاحب گویا غزنوی
کے قلم سے)

گورُو نانک آمد نرائن سرُوپ
ہمانا نرنجن - نرنکار رُوپ
حقش آفریدہ زنُور وکرم
ازو عالمے را فیوضِ اتم
حقش برگزیدہ زہر برگزیں
نشاندش زہر برتریں برتریں
حقش گفت تُو مرشد العالمین
نجات اُلورے رحمت المُوجبین

مہان کویوں نے کہا

"ظاہر پیر جگت گورو بابا"

ست گور سچا پاتشاہ بے پرواہ اتھاہ سہایا
ناؤں غریب نواج ہے بے محتاج نہ موہ مرایا
بھگت وچھل ہوئے آیا تیت ادھار عجب عجایا
چار ورن اک ورن ہوے سادھ سنگت ملجا ترایا
ظاہر پیر جگت گورو بابا
(بھائی گورداس جی)

(رباعی)

یک ذرہ اگر شوق الٰہی باشد
بہتر از ہزار بادشاہی باشد
گویا ست غلام مرشد خویش
این خطہ نہ محتاج گواہی باشد
(بھائی نند لال گویا)

"ظاہر پیر بابا"

متی منڈ بھٹکے کل میں نرنک
دیو ہر نام تیتے من مانک
تن من تجے سمریں جے سدا
پرگٹے گھٹ انتر گیان اچانک
لکھ گوریدا رکھ کے تج سوارتھ
بھجے پر مارتھ میں دکھ ہانک
گن ہے ہر نام گہیر سر یہ دھر شوبہ
ظاہر پیر گورو جگ نانک

اشرومنی کوی بھائی سنتوکھ سنگھ جی
مصنف "سورج پرکاش"

گورونانک صاحب کا فلسفۂ حیات

کِرت کرو ـــــ ونڈ چھکو ـــــ نام جپو (گورو نانک)

سب کے پیارے نانک نے جہاں اپنی زندگی میں سب کی بھلائی کے لئے ہزاروں زحمتیں قبول کیں اور ہر چھوٹے بڑے آدمی سے پیار کیا تو ایک مقبولِ عام فلسفۂ حیات دیکر بھی انسانی برادری پہ نہ بھولنے والا احسان کیا۔

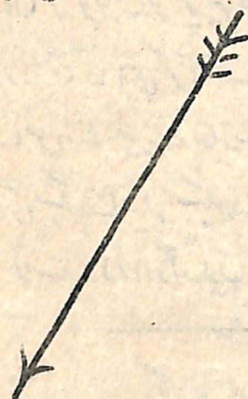
آپ نے ہر گرہستی کو سچا فقیر بن جانے کی صحیح تلقین کرتے ہوئے بتایا کہ پرماتما کا قرب حاصل کرنے کے لئے کسی خاص طریقہ سے کرڑے تپ کی ضرورت نہیں۔ گھربار چھوڑکر جوگی۔ سدھ۔ ناتھ۔ تپسوی۔ رشی منی۔ سنیاسی بنکر دُنیا کو تیاگ دینے اور جنگلوں میں بھٹکنے کی ضرورت نہیں ـــ گرہستی بنکر دیانتداری سے اپنا کام چلاؤ۔ واہگورو کے نام کا سمرن (ورد) کرو۔ مشقت کرکے حلال کی روزی کماؤ۔ اور بانٹ کر کھاؤ۔ بس یہی حق پرستوں کا دستورُ العمل ہونا چاہیئے۔ یہی سیدھا سادہ فلسفۂ حیات ہے"۔

اِس پر کسی طویل تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ ست گورو نے اس سچی رہنمائی میں یہی اصلیت آشکار کی ہے کہ پاکیزگیٔ عمل کے بغیر بُت پرستی۔ تیرتھوں کی زیارت (یاترا) اور گوشہ نشینی سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ صرف حق پرستی ہی نجات (ابدی سکون) کا ذریعہ ہے +

(گوربچن سنگھ کوشاں)

سچی تاریخی کہانیاں رُوحانی شکتی وشیرن پر

بدل گئیں تقدیریں اپنی



گورُو نانک کا فیضِ نظر

برہم گیانی اروڑہ جی کو برہم گیان!

کون کہتا ہے کہ بیوپاری آدمی (تاجر) برہم گیانی نہیں ہو سکتا میری طرف دیکھو میں اروڑہ پیدائش سے ہی بیوپاری تھا مگر جب گورو نانک جی کا دیدار نصیب ہوا تو سچے بیوپار کی لگن دل میں جاگ اُٹھی اور میری زندگی کا آدرش یہی بن گیا ؎

سچ دا پار کر دو ہو وا پاری
درگہ نبھے کھیپ تمہا ری!!

نتیجہ یہ نکلا کہ میں جھٹ ہی برہم گیان کی منزل تک پہنچ گیا اور یہ مرتبہ حاصل کیا کہ سچے پادشاہ ست گورو جی نے اپنی منجی (مسند) بخش کر اُس پر مجھے بٹھا کر لوگوں کو پریم بھگتی کی راہ دکھانے کی سیوا بخشی۔ رہنمائی کرنا تو گورو جی کی اپنی کرامت تھی مجھے صرف اعزاز انہوں نے دینا تھا جو دے دیا۔ اس لئے میرے پیارے بیوپاریو! میری طرح سچ کا بیوپار کرنا۔ گورو نانک کی سکھشا لیکر سیکھ لو۔ بس پھر وہ سچا داتا (سچی) خود ہی تمہیں منجیوں (مسندوں اور گدیوں) پر بٹھا دیگا +

ڈھوبڑی (آسام) کی مہارانی صاحبہ مانتی ہیں:-

اُف! اب جب یہ یاد آتی ہے کہ ہم نے کس طرح پاہنوں اور پتھروں ہی کو پرماتما سمجھ کر اُن کی پوجا کرنے میں ہی برس پہ برس گزار دیئے تو اپنی بے علمی اور بے وقوفی پر ندامت محسوس ہوتی ہے۔

شکر ہے سچّے ستگورو نانک دیو جی نے ہزاروں میل کا پیدل سفر کرتے ہوئے ہمارے دیس میں پہنچکر بھی برہم گیان کا امرت ہمیں پلایا۔ اور "حکم رضائیں چلنا" کی روشنی دکھائی۔

آہا۔ ہمارے جیون میں پریورتن (انقلاب) آگیا۔ ہمارے ہردے پل بھر میں کچھ اور کے اور ہو گئے۔ اگیان کا میل اتر گیا، سکھی گیان کا سورج جب چمکا تو اندھیرے کافور ہو گئے۔

میری اردداس (التجا) ہے کہ یہ سورج سارے سنسار کے لوگوں کو اجالا دکھلائے۔

شری گوپال داس جی پادھا نے کہا

مہتہ جی (گورو نانک صاحب کے پتا)!

اپنی خوشی قسمتی پر ہزار بار ناز کرو کہ پرماتما نے خود آپ کے گھر میں اوتار دھار کر آپ کو بھی حیات ابدی بخش دی ہے۔ مجھ سے تو جب بالک نانک نے سب سے پہلے "اوم سدھم" کے ارتھ (معنی) پوچھے اور میری طرف سے تسلّی بخش مطالب نہ سمجھا سکنے پر خود گہرائی تک پہنچ کر ارتھ بتائے تو میرا کپاٹ کھل گیا۔ اور میں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ یہ تو سرشٹی کا کرتا ہرتا آپ ہی گورو نانک کے پردے میں آیا ہے۔ اس تصوّر سے ہی میرا جنم سپھل ہو گیا۔ اور میں مرنے جینے کے خوف سے اب آزاد ہو گیا ہوں۔

ذرا آگے آؤ! میں تمہارے چرنوں کی دھول اپنی پیشانی پہ لگاؤں۔ تم مہاراجہ دشرتھ جی کی طرح رام کو اپنا بیٹا نہ سمجھو۔ یہ تو

بھگوان ہی نانک کے سروپ میں آئے ہیں۔

آدم خوروں کے راجہ کوڈا جی کا اعتراف

یہ بھی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ میرے گھرانے والوں اور میری قوم نے کتنے سو، کتنے ہزار یا کتنے لاکھ آدمیوں کو کچے ہی یا آگ پر بھون بھون کر یا کھولتے تیل کے کڑاہوں میں تل کر کھا لیا ہے مگر بھلا کرے بھگوان اس مردانہ کا جو ہمارے شکنجے میں پھنس گیا۔ اور اسے موت کے منہ میں جلنے سے بچانے کے لئے گورو نانک دیو جی کے درشن ہو گئے ع "تپت کڑاہا بجھ گیا گور سبتل نام دیئو"

ہمارے دیس میں تو کوئی سادھو، سنت، فقیر، پیر، جوگی، سنیاسی اوتار، پیغمبر ڈر کے مارے پاؤں بھی نہ دھرتا تھا۔ کیونکہ ہم آدم خور تھے۔ اور انسانوں کو بھون کر یا تیل میں تل کر مزے سے کھا جاتے تھے۔ لیکن آفرین ہے اس گورو نانک پر جو ہماری کایا پلٹ کے لئے اور ہمیں پاپ مارگ سے ہٹانے کے لئے ہمارے علاقے میں بھی آ گئے۔

اے مہربان رہبر! ہم نے مدتوں دوسروں کا گوشت کھایا۔ مگر اب اپنا مانس (جسم) اپنا من اور اپنی روح سب کچھ تیرے چرنوں میں بھینٹ کر بیٹھے ہیں تو نے ہمیں اپنا لیا۔ اس سے بڑا فیض ہم پر اور کیا ہوگا؟

صوفی فقیر خواجہ عبدالشکور صاحب شکرانے

"توبہ، توبہ ہزار توبہ۔ ہم سب صوفی تو یہی سمجھتے تھے کہ بھوکے پیاسے چالیس دن تک کسی بھورے (تہ خانے) میں بند رہ کر چلہ کر لینا ہی سب سے بڑی عبادت یا کرامات ہے۔ لیکن ہمیں کیا پتہ تھا کہ یہ ایک معمولی عمل ہے۔ ست گورو نانک دیو جی نے ہمارا بھرم دور کرنے کے لئے ہمارے ساتھ پورے چالیس دن کا چلہ کیا اور جب وہ بند حجرہ سے باہر نکلے تو ویسے کے ویسے ترو تازہ اور بے نیاز جبر گیری تھے۔ مگر میں اور بھائی بہاول حق۔ بھائی فریدالدین بھائی شاہباز اور بھائی جلال الدین سوکھ کر تیلے ہو چکے تھے۔ آخر گورو صاحب نے جب رازِ الٰہی ہم پر کھولا تو پتہ لگا کہ یہ برت اور چلے تو محض دکھاوے کے کھیل ہیں۔ اصل رّبی گیان کوئی اور پونجی (دولت) ہے۔ جو دل کی سچی لگن سے پراپت ہوتی ہے۔ دعا ہے "اے ستگورو نانک تم پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں"

راجہ سگر سین کی قسمت جاگی

راجہ جی کہتے ہیں:۔ ایک عمر بیت گئی تھی۔ کو لکھیا دیوی کی پوجا کرتے ہوئے، مگر روح بھٹکتی ہی رہتی تھی، دل بےچینی اور بیکلی کا شکار تھا۔ ایک دن اچانک ہی قسمت جاگ پڑی۔ پنجاب دیس سے شری گورو نانک دیو جی نے آکر درشن دیئے اور کو لکھیا دیوی (من کلپت دیوی) کی جگہ سو لکھیا دیوی (گوربانی) زندہ اور

پرتکھ دیوی کی ارادھنا (بندگی) سکھائی، تمام بے قراریاں دور ہوگئیں جب بیکلی مٹ گئی تو دل کو تسکین و راحت مل گئی۔ مجھ پر اور میرے گھرانے پر ہی گورو جی کی یہ مہر نہ تھی بلکہ اس نے سارے دیس کو فیض یاب کیا۔ (دھن گورو نانک)

زندہ بجلی نظر آئی

(راجہ بھیم پال نے کہا) :-

پشتیں گزر گئی تھیں اور ہمارے دیس میں ساری قوم بجلی ہی کو پرماتما مان کر پوجتی تھی۔ لیکن جب گورو نانک جی کے درشن ہوئے اور ان کے اپدیش سنے تو اس بجلی کی پوجا چھوڑ دی جو پل بھر کے لئے چمکارہ دکھا کر بادلوں میں الوپ ہو جاتی تھی۔ اور ہم اس زندہ بجلی کی پرستش کرنے لگ گئے جو ایک لمحہ کے لئے بھی آنکھوں کو نہیں چوندھیاتی۔ بلکہ ہمیشہ اندھیروں میں اجالے دکھاتی ہمارے اردگرد ہالہ کئے رکھتی ہے ۔ اور سنسار ساگر سے پار اترنے کی راہ دکھاتی ہے، واہ بجلیوں والے اوتار، تیرے درشن پر بلہار

بابے نانک کا بھنڈارہ

(راجہ مدھر بین جی کی زبان سے) :-

بھلا مجھے کیا علم تھا کہ میں اس ہستی کو اپنا بھنڈارا پیش کر رہا ہوں جس کے بھنڈارے سے ساری کائنات ازل سے پلتی آ رہی ہے۔ آہا! اس سچے داتے کی شان دیکھو۔ اسے میری مور کھتا۔

(بے وقوفی)، پر غصہ نہیں آیا، بلکہ اُس نے ارشاد فرمایا :-

ایک کھنڈارہ نام کا ہم کو گُور دیتا   ننگ کھگ سبھ چھین کے اپنا کر لینا

کھوجن اُتّم ہم کیا سنتن پرساد   جل سیتل سر رس پیا پایا اہلاد

بستر بر سُمّم پہچا نیا کایا کے سنگ   لکھ چوراسی کٹ گئی ہوئے آنند

نانک کہے دھندر سُن سنت کھجوں نساد   درشٹ مان سبھ نسیے ہے رہے اہکینکار

او سو بابے نانک کا یہ کھنڈارا جس خوش نصیب، کو میسر آ جاکے

اُسے ہمیشہ کے لیئے بھوک پیاس کے آزار سے مکتی (فراغت)

مل جاتی ہے۔

سچے مسلمانوں کی دُہائی

(حضرت خواجہ مومن دین و خواجہ قطب دین صاحب کی ہدایت)

مسلمان بھائیو!

حضرت بابا نانک کے اُپدیش پر عمل کرو۔ اور سچے مسلمان بنو۔ مسلمان کہلانا واقعی بہت مشکل ہے۔ جیسا کہ ست گورُ نانک نے اجمیر شریف میں ہمارے مقبرے پر پہنچکر مجاوروں۔ اور دوسرے مسلمانوں کو تلقین فرمائی تھی ؎

"مسلمان کہاون مشکل ہوئے تاں مسلمان کہائے

اوّل اول دین کر مٹھا مسکل مانو مال مساوے

ہوئے مسلم دین مُہانے مرن جیون کا بھرم چکاوے

رب کی رضائے منّے سر اوپر کرتا منّے آپ گواوے

تاؤ نانک سرب جیاں میں رحمت ہوئے تاں مسلمان کہاوے

اگر ست گورو نانک دیوجی کے اُپدیش کے مطابق سب مسلمان سچے مسلمان، سارے ہندو سچے ہندو، سارے عیسائی سچے عیسائی اور سارے سکھ سچے سکھ بن جائیں - تو دنیا سچ مچ بہشت بن جائے +

"جینی راجہ نے گواہی دی"

سورگ باشی ہو کر بھی میں اونچی آواز سے گواہی دیتا ہوں - کہ ستگورو نانک دیوجی نے اپنے صرف ایک ہی بچن سے میرا عقیدہ بدل دیا تھا - میں اپنے جین دھرم کے مطابق "اہنسا پرمو دھرما" کی طریقت پر عمل پیرا تھا — اپنے اس دھرم کی پالنا کرتا ہوا - سانس لیتے ہوئے بھی کسی جیو (جاندار) کو مارنے سے بچتا تھا - لیکن جب گورو نانک نے فرمایا :-

"جیاں مار جیوالے سوئی اور نہ کوئی رکھے"

تو مجھے گیان ہوا کہ مارنے اور زندہ کرنے والا تو ایک پرماتما ہی ہے - اس حقیقت کو سمجھ کر میں نے غرور (گھمنڈ) چھوڑ کر بھی پرم آنند پراپت کر لیا -

"جادوگروں کے بادشاہ گورو"

جادوگروں کی ملکہ نور شاہ نے اپنی زبان سے کہا :-

جادو، جادو، جادو کون کہتا ہے کہ جادو برا ہے ؟ جادو کفر ہے - جادو دکھانا پاپ ہے !

میں تو سمجھتی ہوں کہ جادو برحق ہے۔ مگر جادو جادو میں فرق ہے۔ ایک جادو وہ تھا جو ہم نے سیکھا تھا اور جس کے طفیل ہم آدمیوں کو مویشی (پشو) بنا دیتی تھیں۔

دوسرا جادو وہ ہے جو گورو نانک کے نرنکاری ودیالے میں سکھایا جاتا ہے اس کے زیر اثر آدمی دیوتے بن جاتے ہیں۔ اُس جادوگروں کے بادشاہ کو ہماری ہزار بار نمسکار! جس کا جادو کبھی سارے سنسار پر چلیگا۔ اور جُگوں تک چلے گا۔

جس کے جادو نے میرے جیسی راکھشنیوں کو دیویاں بنا دیا۔

بلہاری گور آپنے دیوہاڑی سد وار ‏ ‏ جن مانس تے دیوتے کئے کرت لاگی وار
جے سو چندا اگوہے سورج چڑھے ہزار ‏ ‏ ایتے چانن ہوندیاں گور بن گھور اندھار

گاتے رہو دن رات یہی گیت، اور جپتے رہو سانس سانس میں یہی منتر۔ سچا جادوگر نانک تمہیں ضرور اپنے جادو کی کرامات دکھا کر اپنے دربار میں بٹھا لے گا۔

دنیا بھر کے بیماروں کے نام

راجہ کدّار سنگھ جی کا سندیسہ:

سنسار کے روگیو۔ بیمارو۔ دکھی لوگو!

میرا سندیسہ سنو۔ میرے تجربے سے فائدہ اٹھاؤ۔ میرا آزمودہ اور کامیاب نسخہ برتو گے تو دنیا کا کوئی روگ کبھی تمہارے نزدیک نہ آ سکے گا۔

وہ نسخہ جو میں آگے بانٹنا چاہتا ہوں۔ مجھے گورو نانک صاحب

نے بخشا تھا۔ ایک پوتّر شبد کی صورت میں آب حیات سے کم نہیں ہے

روگ سوگ سبھ دُوکھ گئے
ستگور پوری کیہ پاکینی آنند کشل بھئے

یہ شبد جپتے جاؤ، جپتے جاؤ۔ جپتے جاؤ۔ اور یقین رکھو کہ کوئی روگ سوگ تمہیں نہ ستائے گا۔ اس نسخہ کے طفیل میں ہی صحت ور ہتی ہو اہوں۔ اس کی تاثیر لطیف سے میری آل اولاد بھی کئی پُشتوں تک جسمانی اور رُوحانی زندگی حاصل کرتی رہے گی۔

ذات پات کا مسئلہ حل ہوگیا

راجہ وجے پرکاش سنگھ جی کا فیصلہ

اُونچی نیچی ذات کے مسئلہ نے دُنیا کو ہمیشہ اُلجھنوں میں پھنسائے رکھا ہے۔ لیکن جب میں نے ستگور نانک دیو جی سے سوال کیا کہ آپ کی ذات کیا ہے؟ تو اُنھوں نے اس بارے میں ایسا الٰہی جواب دیا جو اُن کے پوتّر شبدوں میں ایک ایسا فیصلہ بنکر صادر ہُوا جس کی تردید نہیں کی جا سکتی:۔

دیوتیاں درشن کے تائیں دُوکھ بھوکھ تیرتھ کیئے
جوگی جتی جگت میں رہتے کر کر بھگوے بھیس بھئے
تو کارن صاحبا رنگ رتے
تیرے نام انیکا رُوپ اننتا کہن نہ جاہی گُن کیتے
در گھر محلاں ہستی گھوڑے چھوڈ ولائیت دیس گئے
پیر پیکامبر سالک صادق چھوڈی دُنیا تھائے پئے

دُکھیئے درد بِنار درتیرے نام رتے درویش بھئے

ساد سہج سکھ رس کس تجئیلے کا پڑچھوڑے چمڑ لئے

کھاڑی کھپڑی لکڑی چمڑی سِکھا سُوت دھوتی کینی

تُوں صاحب ہوُ سانگی تیرا پرنوے نانک جات کیہی؟

اگر داتوں کے بھرم میں پڑے ہوئے لوگوں کے دلوں پر اِس آیت شید کی جھلک ڈالی جائے تو کیا وہم کا اندھیر دُور نہ ہو جائے گا۔ ضرور ہو جائیگا ضرورت صرف نِشکارے کی ہے۔

مَیں کتنا بد قسمت نِکلا؟

بادشاہ سکندر لودھی کا رُوحانی پچھتاوا

خُدا تعالے نے مجھ پر بڑی کرم فرمائی کی تھی کہ میری بادشاہی کے عہد میں گورو نانک دیو جی کو دُنیا میں بھیجا تھا۔ مگر میری بد قسمتی تھی کہ مَیں اپنے پاپوں کے سبب اُس رَبّی نُور کے ظاہری ظہُور کی پہچان نہ کر سکا۔ اور جس طرح میرا ہمنام سکندر (اعظم) آبِ حیات کے چشمہ سے بھی پیاسا ہی واپس آ گیا تھا۔ اُسی طرح مَیں بھی زندہ "نِرنکاری آبِ حیات کے چشمے" سے اپنی پیاس نہ بُجھا سکا۔ طُرفہ سِتم یہ کہ اور سادھُوؤں کے ساتھ گُرو نانک جی کو بھی گرفتار کر کے اُنہیں چکّی پیسنے کی مشقّت دے دی۔

لعنت ہے میری ایسی غلطی پر۔ لوگو! میری بیتاب رُوح کے اضطراب سے عِبرت حاصل کرو۔ — اور ست گُورو نانک کا دامنِ رحمت پکڑ کر نجات کے حق دار بنو!!

"سچے جواہرات کا بیوپاری نانک"

سیٹھ ثالث رائے جی جوہری کی نظر میں۔

میں سمجھتا تھا کہ میں ہیروں، موتیوں اور جواہرات کا بیوپاری ہوں جواہرات کی پہچان مجھ سے زیادہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کروڑوں روپے کے لعل و جواہر خریدے اور اربوں روپے کے بیچے۔ بے حساب منافع کمایا۔

ایک دن ایک بوڑھا رباب ہاتھ میں لئے ہوئے ایک لعل بیچنے کے لئے میری دکان پر آیا۔ میں انمول لعل کی قیمت تو ادا نہ کر سکتا تھا۔ صرف درشنی کھینٹ (نذر) کے طور پر بوڑھے کو سو روپیہ دیکر کہا "میرے پیارے! تیرے لعل کا مول تو سات بادشاہیاں بھی نہیں دے سکتیں، تو درشنی کھینٹ ہی لے جا؟

یہ کہہ کر میں اس کے مالک کے پاس گیا۔ وہ دیکھنے میں فقیر نظر آتا تھا۔ مگر دراصل وہ سچے جواہرات کا بیوپاری تھا۔ اس کے درشن کرتے ہی مجھے عقل آ گئی۔ دل میں سوچا اور محسوس کیا کہ ساری عمر جھوٹے ہیرے پنے کانچ پتھر ہی اکٹھے کرتا رہا ہوں۔ اصلی جواہرات کی تو پرکھ ہی نہیں کر سکا۔ اس کے متعلق جس تمیز کی کسوٹی میں لینا چاہتا تھا بزرگ درویش نے چھ سطروں میں ہی آشکار کر دی۔

لالوں لعل اُپایا لالو لعل دِسّن
سُن ثالث توں جوہری لیا لعل پچھان
کنکر پتھر میل کے نا دِل سد ائیر راہ
جن کے لالی نین میں دُوجا نہ جانن
کوڈے لعل نہ گنڈھ میں سبھی رسیا پیا ...
نانک ستگور جے ملے تا کو بوجھے راہ

بس آخری ایک ہی بات کہتا ہوں۔ خوش نصیب تھا میں جو گورو نانک کی ست سنگت میں سچے جواہرات جمع کرنے کی لگن لگا بیٹھا۔ آپ بھی اگر سب سے بڑے جوہری کے سامنے ذلیل نہیں ہونا چاہتے تو نقلی جواہرات کا بیوپار چھوڑ دو۔

"ننگوں کو بخشش کے لباس"

ناگوں کے راجہ شری دیو ٹوت جی یہ کہانی سناتے ہیں :-

میری قوم آجکل کے یورپی ناگوں جیسی فیشن پرست نہیں تھی۔ بلکہ اصلی شکل میں ننگی تھی۔ اور بھولے بھٹکے راہگیروں کو کھا بھی جاتی تھی۔ مگر گورو نانک صاحب نے بغیر کسی لیکچر بازی کے ہم سب کو انسان بنا دیا۔ وہ اپنے دو مریدوں کے ساتھ بے خوف ہو کر ہمارے درمیان آگئے۔ مردانہ چیختا چلاتا ہی رہ گیا کہ ڈر لگتا ہے۔ لیکن سچے مرشد نانک نے فرمایا :-

ڈر گھر گھرے ڈر، ڈر ڈرے ڈر جائے

سو ڈر کیہا جت ڈر ڈر پائے ؟

اُن کی شانتی اور نڈرتا دیکھ کر ہم اپنے آپ گھبرا گئے۔ چرنوں کی طرف نظریں جھکیں تو دلوں میں سے راکھشش پن گھٹنے لگا۔ ایک دو ہی بچن سُنے تو ہم اپنے آپ سے نفرت کرنے لگے۔ مگر ست گورو نے ہمیں نفرت سے نہیں دیکھا تھا۔ بلکہ اپنی نگاہ کرم سے نوازا تھا اس لئے ہم سب تہذیب کے دائرے میں آگئے۔ کاش آجکل کے یورپی ناگوں کو بھی گورو نانک کے اپدیشوں سے ملبوس حیا نصیب ہو۔

خدایا کچھ دن اور جینے دے

(نواب رائے بلار صاحب نے دُعا مانگی)

خُدایا! ساری عمر ترسا ترسا کر آخری عمر میں (بُڑھاپے کے وقت) اپنا جلوہ دِکھایا ہے تو مجھے زندگی کے کچھ دِن اور جینے کے لئے عطا کر کہ نُوری جلوے سے آنکھوں کو مسرُور کر سکوں، مجھے زندگی کی ہوس اسلئے نہیں کہ چند سال اور حکومت کر لُوں یا عیش و عشرت میں غلطاں رہوں۔ تمنّا دِل میں صرف یہ ہے کہ تُو اگر سارے عالم کی بھلائی کے لئے گورو نانک کی شکل اختیار کر کے آیا ہے تو دِل کو ٹھنڈک پہنچانے والے رُوپ کے کچھ دِن اور درشن کر لُوں۔ آہ! نانک جی، پیر نانک جی، گورو مُرشد نانک جی یہاں بھی آپ نے ہی رکھا ہے۔ وہاں بھی آپ نے ہی خبر گیری کرنی ہے۔ میری آنکھوں سے کبھی اوجھل نہ ہونا۔ میں آپ کا سب سے پہلا عقیدتمند ہوں گا۔ جو آپ پر ایمان لایا تھا۔

ماس اور کھیر پرایہ

راج کمار شری جگت رائے سوچتا ہے

بھلا میں کب یہ جان سکتا تھا کہ میرے شکار کئے ہوئے ایک ہرن نے کئی جُگوں کے لئے ایک سنجیدہ اُپدیش، کا سبب بن جانا ہے میں نے اپنے شکار کئے ہرن کا گوشت کورو کشیتر میں گورو نانک دیو جی کے آگے رکھ کر بھینٹ کر دیا۔ اُنہوں نے گرہن کے موقعہ پر وہ

ماس چوٹے پر چڑھوا دیا تو کتنے ہی پنڈے اپنے بھنگ گھوٹنے والے ڈنڈے لیکر آ گئے، میں یہ جھگڑا دیکھ کر ڈر گیا۔ لیکن ست گورو کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ انہوں نے کہا۔ بھائی پنڈتو! اگر ماس (گوشت) ایسی ہی بری چیز ہے تو جنم لیتے ہی ماں کا تھن کیوں منہ میں لیکر چوستے یا چونگھا کرتے ہو۔ پانڈے ذرا ٹھٹھر گئے۔ تو گورو جی کی طرف سے گیان کے گولے اور بھی دلیل بنکر برسنے لگے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ پنڈتوں کو کھیر اور ماس میں فرق نظر آتے سے رہ گیا۔ اور وہ سمجھ گئے کہ اصلی دھرم کھیر یا ماس کی قید میں نہیں بلکہ دھرم تو واہگورو کے حکم میں چلنے کا نام ہے۔

واہ رے میرے شکار کئے ہوئے ہرن! تو بھی کتنا خوش نصیب نکلا کہ تیرے ذریعہ دنیا کو یہ نہ بھولنے والا اپدیش پراپت ہوا

"سچے براہمنوں کی ڈنڈوت"

(وید آچاریہ پنڈت ہردیال جی کی پر دھانگی میں)

ہرے ہرے، ہرے، رام رام۔ کون یہ راز جانتا تھا کہ زندگی میں ہی ہزاروں افراد کو جنیؤ پہنانے کے بعد مجھے ایک اچھا سا یہ گیان ملیگا کہ سچا یگیوپویت کوئی اور ہی قیمتی چیز ہے جو سوت کے دھاگوں کی لپیٹ میں نہیں آتی۔

ہے بھگوان! تجھے اسنکھ بار پرنام ہے کہ تونے بالک نانک کے روپ میں درشن دیکر ہمیں جینے مرنے کے سنکٹ سے نکال دیا ہے۔

بلاشک پرلے کال تک ہماری روحیں سارے سنسار میں دہائی

دیتی رہیں گی کہ جنہوں نے آواگون کے چکر سے نکلنا ہے وہ نانک کے چرن پکڑ لیں۔ اوم شانتی شانتی شانتی!

"فقیر کی جھولی میں تاج و تخت"

شہنشاہ بابر نے بصیرت کی آنکھوں سے دیکھا

میں نے اور میری اولاد نے سارے ہندوستان پر لگاتار بادشاہی کی مگر کیا تمہیں یہ علم بھی ہے کہ یہ حکمرانی کس کی بخشش تھی۔ ایک درویش فقیر کی جس کی جھولی میں دو جہان کے تاج و تخت لٹکتے جھولتے رہتے تھے۔ تم جسے گورو نانک کہتے ہو۔ اور جس "بادشاہیاں" بخشنے والے شاہِ عطا سے چھوٹی چھوٹی چیزیں مانگتے رہتے ہو۔ وہ بڑا سخی سلطان ہے۔ میری بات مانتے ہو تو اس کی حضوری میں سر جھکا کر بڑی بڑی نعمتیں مانگو۔ مکتی مانگو، نجات مانگو (یعنی جنم مرن کے بندھنوں سے چھٹکارہ مانگو) حقیر سی دنیاوی اشیا کے لئے اسکی سخاوت نہ آزماؤ۔ میری طرف دیکھو، میں نے بادشاہی تو لے لی تھی۔ مگر چند پشتوں کے لئے۔ وہ بادشاہی اب کہاں ہے۔ میری اولاد کے بعض ممبر لوگوں کے جھوٹے برتن صاف کرنے پر مجبور ہیں۔ جھوٹے ٹکڑے مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں۔

گورو نانک سے کچھ مانگنا ہے تو سوچ کر مانگو۔ اسکی جھولی میں سب کچھ ہے۔ جو مانگو گے سو پاؤ گے!

اپنے اعتقاد کو کمزور نہ ہونے دو۔ بابر کو شرابی نہ سمجھنا۔

"شیخ کے سجدے"

شیخ ابراہیم صاحب سجادہ نشین (پاکپٹن) کی یادداشت

اِس کے درشن پاک پٹن شریف میں بابا فرید جی کے عرس کے موقع پر ہوئے تھے۔

اُس وقت اُس نے (نانک نے) اپنی عمر کی تیرھویں بہار دیکھی تھی۔ یعنی وُہ تیرھویں سال میں تھا مگر لاکھوں کروڑوں سال کی عمر والا بھی اگر اپنی عمر کو تیرھویں سال میں بدل لے تو ہمارا کیا زور چل سکتا ہے۔ اُس نے اپنی موج میں آ کر ہم سے کئی سوال پوچھے ہم نے بھی اُسے ہوشیار سمجھ کر کچھ اپنے رکھ دیئے۔ مگر جب اُسکی زبان سے جواب سُنے تو ہم دنگ ہو کر رہ گئے۔ ذرا گہرائی تک جھانک کر نظر ماری تو جھٹ اُس کے مرتبہ کو جانچ لیا۔ ہماری پہچان کامیاب تھی۔ جس نے کہا "اوہو۔ یہ تو وُہ آپ ہی ہیں" — بس ہماری ساری شیخی ٹھنڈی پڑ گئی۔ کچھ وقفہ پا کر جو فرض تھا۔ شکرانے کا سجدہ کیا کہ اپنی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی کر لیا۔ یہ التفاتِ ربی نہ ہوتا تو زندگی یونہی رائیگاں جاتی "۔

"سیال کوٹ بچ گیا"

(عالی جناب حمزہ غوث صاحب کی زبانی سے)

سیال کوٹ کے لوگو۔ دعائیں دو۔ ست گورو نانک دیو جی کو۔ جنہوں نے تمہیں میرے عتاب سے بچا لیا۔ ورنہ اس وقت نہ سیال کوٹ وجود میں ہوتا نہ تم نے یہاں بستے نظر آنا تھا۔

میں اس شہر کو غرق کر دینے پر تُل گیا تھا۔ کیونکہ تمہارے شہر کے ایک کھتری نے اپنا ایک بیٹا مجھے (منت مانتے ہوئے) دینا منظور کیا تھا۔ لیکن دیا نہیں تھا۔

غصّے میں آ کر میں چلّہ میں بیٹھ گیا تھا، مگر تمہاری خوش قسمتی، اور میری ہمائیوں بختی سے گورو نانک آ گئے۔ انہوں نے میرے بھڑکتے دل کو گیان اُپدیش کے امرت جل سے ٹھنڈا کر دیا۔ اس طرح مجھے گناہِ عظیم سے اور تمہیں تباہی سے بچا لیا۔

میری رُوح تو گورو صاحب کے گن ابد تک گاتی رہے گی مگر تم بھی یاد رکھو اس محسن گورو کو جس کی مہر نے تمہیں قہر سے بچا کر آباد رکھا تھا۔

"سیّد۔ صیّاد کہ صَید؟"

تقدس مآب سید احمد صاحب مُرشد شاہی کا ارشاد

خُدا نے ہمیں سیّد بنایا مگر حیف کہ ہم سیّد کی بجائے صیّاد بنکر شکار ہی کھیلتے رہے۔ ہاں آخر ایک دن ایسا بھی آ گیا کہ ہمیں خود صَید (شکار) بننا پڑا۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ وہ ایک سیدھے سادے ہندو فقیر کے بھیس میں ایک الٰہی شکاری ہے! وہ بیس دن ہمارے پاس رہا۔ اور اپنے تیرِ نظر چلا چلا کر ہمارے سینوں کو چھلنی چھلنی کر گیا۔

"سیّد" ہونے اور صیّاد بن جانے کے غرور و تکبر نے ہمیں آپے سے باہر کر دیا ہُوا تھا۔ مگر آخر اب ان بخارات کا پانی بہہ نکلا ہے۔ اور ہمارے سینے میں ہو چکے سوراخ ایسے جھروکے بن گئے ہیں کہ جن میں سے ٹھنڈی ہوائیں آتی ہیں۔ اور اُس شکاری کی یاد دلاتی ہیں جس کے پیار کے تیر

ہمیں زخمی کر گئے۔ کاش کہ اُس کے اِن تیروں کی بخشی ہوئی چبھک دلوں کو ختم نہ ہونے والی لذّت دیتی رہے تو زبان پر نانک کا نام رہے۔ آمین!

"ملک بھاگو نے حیران ہو کر کہا"

ہائے۔ ہائے۔ ہائے، یہ کیا ہو گیا؟ میرے خالص گھی اور میدہ سے تیار کروائے ہوئے پوڑوں میں سے یہ لہو کی دھار کیوں نکلی؟ گورو نانک نے اپنے ہاتھ میں لیکر انہیں جب زور سے بھینچا تو سچ مچ اُن میں سے خون کے قطرے ٹپکے۔

اِس منظر سے تو یہی ثابت ہوا کہ میں انسانی شکل میں خونخوار بھیڑیا ہوں۔ اے گورو نانک یہ تُو نے کیا کرتب دکھایا ہے؟ میرے دل میں تیکھے تیر چبھ رہے ہیں۔ کلیجہ اُوپر کو آ رہا ہے۔ جب افسوس کی لہر اُٹھتی ہے۔ جی میں آتی ہے کہ ساری عمر میں کھائے ہوئے لذیذ پدارتھوں بھوجنوں کو اُگل کر پیٹ سے باہر پھینک دوں۔

اُف! میں واقعی غریبوں کا لہو پیتا رہا ہوں۔ کیونکہ میں نے حق حلال کی کمائی نہیں کی۔ ایسی امیری پر ہزار لعنت جو رُوح کو بیقرار رکھے۔ گورو نانک سچے ہیں۔ جبھی اُنہوں نے میرے مال پوڑے چھوڑ کر شودر (ترکھان) بھائی لالو کے گھر کی رُوکھی روٹی دودھ سمجھ کر کھائی ہے!

پرم پرماتما! گورو نانک کی حق پسندی اور غریب نوازی کے صدقے میرے پچھلے گناہ بخش دے۔ میں اب غریبوں کو دُکھی کر کے دھن نہیں کماؤں گا۔ بلکہ یہی نرنکاری پرچار کروں گا۔ کہ سب دُنیا د

محنت سے کمائی ہوئی روزی سے ہی صحت بخش دودھ اور امرت پیئیں اور بدکرداری کی کمائی کو لہو سمجھیں۔

میرا مودی خدا ہے

نواب دولت خاں صاحب کے حساب میں

یُوں تو سب کا مالک اور مودی خدا ہی ہے مگر میرے مودی خانہ میں تو خُدا کافی دیر تک ملازمت کر گیا تھا۔

اُف! کاش میں اُسے پکڑ لیتا اور سُلطان پور سے باہر نہ جانے دیتا۔ کتنا اُلٹا کھیل کھیلا گیا، حساب (لیکھا) اُس نے لینا تھا مجھ سے مگر میں برعکس اس کے اُس سے حساب مانگتا رہا۔

ہُوا کیا؟ جب بھی حساب لیا گیا مودی نانک نے گھاٹے کی بجائے بیشی ہی دکھائی۔

اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ مجھ جیسا خوش نصیب اور کون ہو سکتا تھا؟ میں بُرا سہی، نیچ سہی، پاپی سہی، مگر کیا ساری دُنیا میں کوئی ایک شخص اور بھی ایسا ہے جس کے مودی خانے میں "ربّی نُور" نے ملازم بنکر دن گزارے ہوں؟

آہا! میری اِس خوش نصیبی پر تو فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔

دُنیا کے لوگو! نوٹ کر لو۔ اس سب سے بڑے مودی کی تکڑی (ترازو) ہمیشہ تیرا (تیرہ) ہی تولتی ہے۔ اگر ہمیشہ نفع کمانے کی آرزو ہے تو نرنکاری دُکان کے گاہک بن جاؤ۔

یہ سچائی میری آزمائی ہوئی ہے۔ گھاٹا کبھی نہ آئے گا۔

سب بھگتوں نے ریزولیوشن پاس کر دیا

وِشال ہندوستان کے تمام بھگتوں اور سنتوں کی کمیٹی اتفاق رائے سے یہ ریزولیوشن پاس کرتی ہے کہ ہم شری گورو نانک دیوجی کا کئی بار امتحان لینے کے لئے اُن کے پاس گئے۔ مگر درشن کر لینے اور سوال جواب کرنے پر یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جن کی بھگتی میں ہم لین (محو) رہتے ہیں۔ وہ خود آپ ہی ہیں۔ اُنہوں نے اپنے شاہی سورج کا ایک چمتکار ایک شبد میں دکھا دیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

" آپے رسیا، آپے رس آپے راون ہار
آپے ہووے چولڑا آپے سیج بھتار
رنگ رتا میرا صاحب رو رہیا بھرپور
(۱) رہاؤ۔ آپے ماچھی مچھلی آپے پانی جال
آپے جال منکڑا آپے اندر لعل
(۲) آپے بہو بدھ رنگلا سکھیئے میرا لال
نت روے سوہاگنی دیکھ ہمارا حال
(۳) پرنوے نانک بینتی توں سرور توں ہنس
کول توں ہیں توں آپے ویکھے وِگس

بس ہماری بھگتی تو اُن کے درشن کر لینے پر ہی سمپورن (کامران) ہو گئی، کلجگ کے لوگوں کو سنسار ساگر سے پار اُترنے کے لئے ستگورو نانک کے "نام کے جہاز" کا ہی آسرا لینا چاہیئے۔

الف اللہ کو یاد کر

شمس العلماء مُلّا قطب الدین صاحب فرماتے ہیں :-

"کمال ہے۔ کمال ہے۔ ہماری ساری عمر شاگردوں کو عربی فارسی۔ پڑھانے میں ہی گزر گئی۔ ہزاروں افراد کو عالم فاضل بھی بنا دیا۔ مگر ہمیں آج اِس بچے کے سامنے ہی ماننا پڑا کہ "الف" کے اصل معنی ہم نہیں سمجھ سکے، سچ ہے، سچ ہے، تحقیق سچ ہے ـــ یہ سچا بچہ نانک نہیں۔ اس کے پردے میں "وہ" خود آیا ہے جس نے الف کا سچا ارتھ ہمیں سمجھایا ہے۔

الحمداللہ ! آج ہماری آنکھوں نے بھی محبوبِ حقیقی کا دیدار کر لیا۔ اب ہم ساری عمر اس کے پڑھائے سکھائے ہوئے الف۔ بے کے پڑھانے لکھانے میں ہی صرف کریں گے"۔

ہاں جی ! آپ سب پڑھو (گورو نانک کی سی حرفی سے)

(ا) الف اللہ نوں یاد کر غفلت منوں وِسار
سواس پلٹے نام بن دھرگ جیون سنسار۔
(ب) بے بداعت دور کر قدم طریقت را کھہ
صاحب سبھ میں دیکھ کے نوچل برا نہ آکھ

مطلب :- الف یہ کہتا ہے اللہ کو یاد رکھ۔ غفلت کو چھوڑ دے۔ اگر کوئی سانس نام خدا لئے بغیر کھو یا گیا تو سنسار میں جینا بھی دھتکار کے قابل ہے
(ب) سب بدعتیں چھوڑ کر طریقت کی منزل میں قدم رکھ۔
صاحب (خدا) کو سب میں دیکھ کر نمرتا سے آگے بڑھ۔ کسی کو برا نہ کہہ۔

"آنے جانے کی زحمت کِسطرح مُٹی؟"

(شری مہنت پرمانند جی کی زبان سے سُنو)

"اُن کی نڈر تا بھرپور بے پرواہی کی باتیں سُن کر میں نے اُن سے پُوچھا۔" جی! آپکو اٹل بے خوفی کی بخشش کہاں سے اور کس طرح ہوئی ہے؟" ___ اِس کے علاوہ یہ یقین کِسطرح آگیا کہ تمہارا آنا جانا ختم ہوچکا ہے؟"

میرے اس سوال کے جواب میں گورُو نانک دیو جی نے انوکھے انداز میں مسکرا کر یہ شبد اُچارن کیا:-

"چھُوٹو آنڈہ بھرم کا منے بھیا پرگاس
کاٹی بیری پگہ تے گورکینی بند خلاص (۱)

بابا میرا آون جان رہیو
تپت کڑاہا بجھ گیا گورسیتل نام دیو (۲) رہاؤ

جب تے سادھو سنگ بھیا تو چھوڈ گئے نگہار
جس کی اٹک تس تے چھُٹی تو کہاں کرے کوٹوار

چُوکا بھارا بھرم کا ہوئے نیہ کرما
ساگر تے کنڈھے چڑھے گور کینے دھرما (۳)

سچ تھان سچ بیٹھکا سچ سواؤ بنایا
سچ پونجی سچ وکھرو نانک گھر پایا (۴)

بے شبہ! تم بھی اگر چاہو۔ تو اس بخشے گئے گیان سے روشنی لیکر بے خوف ہوسکتے ہو۔"

کلجگی پنڈوں کے سردار کلجگ کی ڈگڈگی

لوگ مجھے کلجگ کہتے تھے۔ اور واقعی میرا دبدبہ اتنا تھا۔ کہ سارے پنڈے مجھ سے ڈر کر مجھے اپنا سردار مانتے تھے۔ دولت میرے پاس اتنی تھی کہ موتیوں کے مندر تعمیر کر سکتا تھا۔ چالاکی میرے ہی حصے میں اتنی آئی تھی کہ بڑے سے بڑے راجے مہاراجے، یوگی، مہاتما، اور دولتمند لوگ جب یاترا کرنے کے لئے آتے۔ میرے جال میں پھنس جاتے تھے یعنی میرے پھندے سے نہ نکل سکتے تھے۔

مگر گورو نانک دیو جی نے میری ساری طاقت ساکت کر دی۔ ان کے حضور میں میرا سر بھی جھکنے پر مجبور ہو گیا۔ مگر سچ کہتا ہوں میرا سر مغرور گیا جھکا۔ سمجھو ہزاروں من کا بوجھ سر پر سے اتر گیا۔ مجھے اتنی ہی راحت ملی جتنی کسی مزمن بخار کے مریض کو ملتی ہے جب اس کا بخار ٹوٹ جاتا ہے۔ اور وہ دل ہی دل میں خوش ہوتا ہے میری ساری بیماری دور ہو گئی ۔ "کلجگ پن" بھی نکل گیا۔ اور میں "ست جگی" بن گیا۔ یہ میری خوش نصیبی ہی تو تھی۔ کہ جب گورو نانک نے "جگت ناتھ پوری" میں ہر جگہ "کھارا پانی" دیکھ کر وہاں اپنے چرنوں کی "چھوہ" سے میٹھے جل کا چشمہ بھی بہا دیا۔ تو اس جگہ "باؤلی" بنانے کی سیوا میرے نصیب میں آئی۔ میں اب مانتا ہوں۔ اور زور سے ڈگڈگی بجا کر منادی کرتا ہوں کہ اس کے (نانک کے) چرنوں کی دھول میں یہ تاثیر ہے کہ اس سے فیضیاب ہونے والے بھاگوان شردھالو کلجگ میں بھی "ست جگی" بن جاتے ہیں۔

اٹھارہ ۱۸ راجے اطاعت گزار ہوگئے

راجہ سُدھر سین جی شہادت دیتے ہیں۔

"آہا۔ حکم پالنے کا پھل کتنا میٹھا ہے۔ گورو نانک جی نے جب ہمارے دیس کی منجی (مسند۔ گدی) شرمان جھنڈا باڈھی جی" کو بخش دی۔ تو میرے دل میں کوئی حسد کی لہر نہ دوڑی۔ گورو جی کے حکم کو بجا لانے کی خاطر میں نے سب سے پہلے "جھنڈا جی" کے آگے سر جھکایا۔ اس پر سچے پادشاہ کی خوشیوں کا بادل میرے مرجھائے ہوئے باغیچہ پر فیاضی سے برسا۔ اور اُن کی نظرِ مہر سے وہ اٹھارہ ہی راجے جو میرے راج کو تہ و بالا کرنے پر تلے رہتے تھے۔ میری وفاداری کے دائرہ میں آگئے۔ اُن کے نام یہ ہیں۔ ننرنکاری اتہاس میں ان کا ذکر ملے گا:-

(۱) کمل نین (۲) مدھر بین (۳) سُکھ چین (۴) اِسنا ہاں (۵) سُکھ سین (۶) بیر سین (۷) لال نین (۸) رائے مین (۹) سُکھ ساگر (۱۰) ناگ پرس (۱۱) پرسرام (۱۲) اٹکا گھٹکا۔ (۱۳) سُدھ سمالا (۱۴) ببیکا بل (۱۵) نین جوت (۱۶) بل سنگار (۱۷) رت رنگ (۱۸) نگر رائے۔

یہ سمجھو کہ اٹھارہ راجے مطیع کیا ہوئے۔ اٹھارہ ہی سدھیاں مجھے پراپت ہوگئیں۔ ستگورو جی کے ایک حکم کی تعمیل سے جب میری تقدیر بدل گئی۔ تو وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہونگے جو اُن کے ہر حکم پر پھول چڑھا کر برکتیں حاصل کرتے رہیں گے۔

لکڑ ہارا جو حکمران بن گیا

(یہ کہانی جھنڈا باڈھی کی زبانی سنو)

دیکھو مہربان مالک کے رنگ ....

ہمارے دیس کچھار کا راجہ سُدھر سین بھی اچھا "ست سنگی" اور ست گورو کا پیارا تھا۔ اور اُس کا بھانجہ اندر سین بھی بڑا خاندانی بھگت تھا۔ مگر گورو نانک دیو جی نے "منجی" (جو دنیا بھر کے تخت و تاج سے بڑھ کر شان رکھتی ہے) بخشنے کے لئے کس کو چنا؟ مجھ جیسے ایک معمولی لکڑ ہارے باڈھی (ترکھان) کو جسے لوگ "جھنڈا۔ جھنڈا" کہہ کر بلاتے تھے۔ سچ کہا ہے گورو صاحب نے۔

"نیچوں اُوچ کرے میرا گوبند کاہُوں تے نہ ڈرے"

لہٰذا جو سخی بادشاہ ایک غریب لکڑ ہارے کی بانہہ پکڑ کر اُسے ہزاروں اندروں سے بڑا حکمران بنا سکتا ہے اُس کے دروازے سے کونسا بھکاری (منگتا) مایوس لوٹے گا۔ ضرورت ہے تو صرف صدق دل سے مانگنے کی۔ ارجوئی سچی ہوگی۔ تو من کی سب مرادیں پوری ہونگی ۔

یہ راز اہلِ فقر سے میں نے بھی پالیا
جبتک خلوصِ دل نہیں کوشاں دعا نہ مانگ

(کوشاں)

ساگر میں بوند - بوند میں ساگر

(راجہ کرشن لال صاحب کی نظروں میں)

پرماتما نے مجھے "جگن ناتھ پوری کا منتظم بنایا - ساری عمر کرم کانڈ میں بیت گئی - "چاروں وید" کھٹ شاستر - اٹھارہ پُران اور ستائیس سمرتیاں پڑھ لیں - مگر من بے چین ہی رہا - یہ میری انتہائی بد بختی تھی - لیکن اس پر میری خوش قسمتی کا بھی اندازہ لگاؤ مجھ جیسے بیاکل جگیاسو (سالک) کو روحانی مسرت بخشنے کے لئے گورو نانک یہاں آ گئے -

سچے دِل مُرشد نے ایک چھوٹے سے شبد کے تیر سے ہی وہ گیان عنایت کر دیا - جو ساری عمر کی تپسیا میں نہ مِلا تھا... فرمایا اُس نے :-

"ساگر میں بوند" بوند میں ساگر کون بوجھے بِدھ جاتا
اُت بھج چلت آپ کر دیکھے آپے تت پچھاتا
ایسا گیان وچارے کوئی تِس تے مکت پرم گت ہوئی

مطلب :- سمندر میں بوند ہے یا بوند میں ساگر (سمندر) چھپا ہے - کون جانتا ہے - کس بِدھی (طریقہ) سے یہ عمل جاری ہے -

اُتپتی (پیدائش) اور وِناش کے سب کھیل آپ ہی ایشور دکھاتا اور دیکھتا ہے - وہ خود ہی اس کے اصل بھید کو جانتا ہے -

وِچار کرنے پر بھی ایسا گیان کِسی ہی کو ہوتا ہے - جس کی سمجھ میں یہ آ جائے وہ مُکتی کیا پرم گتی بھی پراپت کر لیتا ہے - (اکوشال)

گورو صاحب کی زبان مبارک سے یہ شبد سنتا تھا کہ جنم جنم تر کے بھرم دور ہو گئے۔ روحانی خوشی کے ساتھ ہی میں پرم گتی کو پہنچ گیا، کیسی بھاگ والی ہے یہ میرے جگ کی دنیا جسے گورو نانک دیو جی جیسا کامل اوتار ملا ہے +

"بابر بادشاہ نے پچھتا کر کہا"

خدایا! مجھ سے کتنی بڑی غلطی ہو گئی، جب ستگورو نانک داتار نے مجھے بادشاہی بخشی۔ اسے ہی میں نے کہا۔کہ "آپ مجھ سے کچھ مانگو" میری بات سن کر انہوں نے مسکرا کر یہ شبد پڑھا گویا یہ میرے منہ پر ایک چپت تھی، مجھے ہوش آگیا۔فرمانے لگے۔

ایکا دیا ایک خدائے
جس دا دیا سب کوئی کھائے
اک داتا سب جگت بھکاری
جس کو چھاڈ اور کو یاچے
تس جم کرے خواری (۱)
رہاؤ۔ شاہ بادشاہ سب تس کے کئے
تس ہی کو میں ا نپیئے
مانکھ کی جو لیوے اوٹ
دین دنی ہیں تاں کو کھوٹ
کہے نانک سن بابر میر
تجھ سے مانگے سو احمق فقیر

آہا! ایسا مرشد نہ کوئی زندگی میں دیکھا نہ سنا۔
مجھے ہندوستان کی بادشاہی ملنے سے خوشی نہ ہوئی۔ جو گورو نانک کے درشنوں سے ملی۔ بادشاہی تو چند دنوں کا کھیل تھا مگر ستگورو جی کے درشنوں کی برکت ہمیشہ ضرور ہو گی +

گورُو نانک دیو اور لاہور کا ایک ساہُوکار

یہ سُوئی میری امانت تمہارے پاس رہے گی۔ اگلی دُنیا میں
تم اسے ساتھ لے جانا۔ وہاں تُم سے لے لوں گا۔

چودھویں صدی کے زمانہ میں بھی پنجاب کے لوگوں کا ایک طبقہ ایسا تھا جو مختلف طریقوں سے دولت جمع کر کے مکان وغیرہ بنا لیا کرتا تھا۔ ایسا ہی ایک شخص دُنی چند لاہور کا مشہور ساہوکار تھا۔ اُس نے شہر میں کئی مکان بنوائے تھے۔ وہ زمینداری کا کاروبار کرتا تھا۔ اناج بھی سُود پر دیتا اور روپیہ بھی۔ غریب لوگ اُس کے رحم وکرم پر تھے۔ جن کی ضروریات وہ اناج یا روپیہ سُود پر دے کر پُوری کیا کرتا تھا۔ اِنہی دنوں گورُو نانک دیو دھرم پرچار کرنے کے لئے لاہور آئے۔ شہر سے باہر ایک کنوئیں پر درختوں کی چھاؤں تلے کُٹیا میں بیٹھ کر لوگوں کو اُپدیش دیا کرتے تھے لالہ دُنی چند نے سُنا تو وہ بھی اپنی دھرم پتنی سمیت درشنوں کو پہنچا۔ کافی عرصہ سنگت میں بیٹھ کر اُپدیش سُنتا رہا۔ گورُو مہاراج لوگوں کو یہ اُپدیش دے رہے تھے کہ دھرم کی کمائی کرو۔ کسی کا حق نہ مارو۔ کسی کی مجبوری سے فائدہ نہ اُٹھاؤ۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔ اور ناداروں کی سہایتا کرنا۔ ایشور کی سیوا کرنا ہے۔

لالہ دُنی چند کئی دن درشنوں کو جاتا رہا۔ اس کی غیر حاضری میں لوگوں نے گورو مہاراج کو بتایا کہ دُنی چند شہر کا بہت بڑا ساہوکار ہے۔ سُود کھا کر بہت دولتمند ہو گیا ہے۔ کئی مکان بنائے ہوئے ہیں۔ دُنی چند پر گورو صاحب کے اُپدیشوں کا اثر یہاں تک ہُوا کہ وہ سنگت میں

اِن کے قریب آکر بیٹھنے لگا۔ ایک دن جب وہ اُٹھ کر جانے لگا۔ تو گورو صاحب نے اُسے اپنے پاس بُلایا۔ ایک سوئی اسکے حوالے کرکے فرمایا۔

"بھائی دُنی چند! یہ سوئی اپنے پاس رکھ لو میری امانت ہے تمہارے پاس۔ جب مرنے کے بعد دوسری دُنیا میں جاؤ۔ تو اسے ساتھ لیتے جانا میں تم سے لے لونگا۔"

دُنی چند گورو صاحب کی آتمک شکتی سے مرعوب ہو گیا تھا۔ اس نے سوئی لے لی اور گھر آگیا۔ رستے میں کچھ سوچتا رہا۔ اسکی بیوی بھی سوچتی رہی مگر راستہ میں اُنہوں نے کوئی بات چیت نہ کی۔ لیکن گھر آکر بیوی نے کہا۔ "تم گورو صاحب کی دی ہوئی سوئی لے تو آئے ہو۔ مگر اتنا نہ سوچا کہ مرنے کے بعد اسے دوسری دُنیا میں ساتھ کیسے لے جائینگے۔ ہمارے تو جسم بھی یہیں رہ جائیں گے۔"

دونوں میاں بیوی حیران ہو کر یہ سوچتے رہے اور کچھ عرصہ راستہ میں ہی کھڑے رہے اور پھر دونوں انہی پاؤں گورو صاحب کے پاس واپس آگئے۔ دُنی چند نے سیس نوا کر پُوچھا۔ مہاراج! یہ سُوئی تو میں نے آپ سے لے لی مگر مرنے کے بعد اِسے دوسری دُنیا میں کیسے لے جاؤں گا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ گورو مہاراج نے اس کی دیکھا اور پُوچھا۔ بھگت! تم نے اچھا سوچا ہے۔ لیکن جس طرح اپنے بڑے بڑے مکان ساتھ لے جاؤ گے اِسی طرح اِس سُوئی کو بھی لے جانا۔

مہاراج کی اس دلیل نے دُنی چند کو لاجواب کر دیا۔ اس نے مہاراج کے چرن چھوئے اور آئندہ کے لئے زیادہ دولت جمع کرنا چھوڑ دیا۔ اِسی طرح گورو صاحب کی ایک ہی دلیل سے اس کا سُدھار ہو گیا۔ (بشکریہ پرتاپ جالندھر)

"گُورُو نانک کی محبُوبیت کے دو ثبُوت"

(۱) یہ واقعہ تعجب خیز نہیں تھا کہ جب گورو نانک دیو کا وصال ہُوا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کس مذہب کے پیرو تھے۔ ہندوؤں نے آپکے جسم مُبارک کا داہ کرم سنسکار اپنے طریق کے مطابق کرنا چاہا۔ جبکہ مُسلمان اپنی شریعت اور دستُور کے مطابق اُسے دفنانے کے لئے بیتاب تھے آجکل بھی جو لوگ آپکی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ آپ کس خاص مذہب کے پیرو تھے۔

پنجاب ہسٹاریکل سوسائیٹی کے ایک جلاس میں گورو صاحب کی زندگی اور تعلیمات پر ایک سِکّھ جنٹلمین نے مضمون پڑھا۔ میٹنگ شملہ میں منعقد ہو رہی تھی۔ اور اس میں ہندو سِکّھ عیسائی اور مُسلمان سب شریک تھے لیکچر کے خاتمہ پر ایک مشہور ہندو لیڈر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ تقریر کنندہ نے اس امر کا ذکر نہ کرنے میں غلطی کی ہے کہ گورو نانک دیو ایک ہندو ریفارمر تھے۔ ایک مسلمان رئیس نے اُٹھ کر ہندو لیڈر کو جھاڑ ڈالی اور کہا "گورو نانک کو ہندو کہنا غلطی ہے میری رائے میں گورو نانک دیو مُسلمان تھے۔

گورنر پنجاب سر مائیکل اوڈوائیر نے (جو اُس اجلاس کے صدر تھے) بحث کو بند کرتے ہوئے جو تقریر کی۔ اُس میں کہا کہ "دونوں معزّزین جو گورو نانک کو ہندو یا مُسلمان کہتے ہیں غلطی پر ہیں جہاں تک میں قیاس کر سکتا ہوں گورو نانک دیو کرسچن (عیسائی) تھے"۔ گورو نانک کے مذہب کے بارے میں یہ بحث اُس وقت تک جاری رہیگی۔ جبتک کہ ہم اس رہنمائے

اعظم کو سمجھنے کے لئے اپنے نقطہ نگاہ میں وسیع تبدیلی نہ لائینگے۔ ہر شخص کو اُن کے مذہب کی دِل نواز خوبیاں آپکی ذات گرامی میں نظر آتی ہیں۔ گورو صاحب کا مذہب انسانیت ہے۔ ان کی زرنگاری گودی میں تمام مذاہب جلوہ افروز ہیں۔ اسلئے کہ وہ دُنیا کو ایک مشترکہ برادری کے رشتہ میں لانا چاہتے تھے اور حسب نسب کے غرور اور کسی نسل و مذہب کے امتیاز سے بزتر رہ کر ایک ہی سنگم پر خُدائی کنبہ کی تشکیل کے لئے زندگی بھر یہی پرچار کرتے رہے کہ تمام انسانوں کا آقا یا باپ ایک خُدا ہے اُسے چھوٹے یا بڑے، گورے اور کالے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

یہ تھی وہ سچی تعلیم جس کے ذریعہ اُنہوں نے توحید کے اُجالے دکھاکر اپنی محبوبیت کا اعجاز دکھایا۔

(۲) سر ایڈون آرنلڈ نے اپنی کتاب "نورِ مشرق" میں لکھا ہے۔ "انسانیت کے درخت پر ہزاروں برسوں کے بعد ایک شگوفہ پھوٹتا ہے"۔۔۔۔ آج سے کئی سو برس پہلے گورو نانک کی پیدائش کے وقت ہندوستان سیاسی مذہبی اور سماجی لحاظ سے گراوٹ کی طرف جارہا تھا۔ غیر ملکی حکمرانوں کے ماتحت غلامی کی وجہ سے ہندوستانیوں کے رگ و ریشہ میں شکست خوردگی کا اثر سرائیت کرچکا تھا۔ دوسری طرف جابر و ظالم حاکم رعایا کا خُون چوس رہے تھے۔ مذہب اوہام کا مجموعہ بنکر رہ گیا تھا اور چالاک لوگوں نے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے کئی اقسام کے جال بچھا رکھے تھے۔ ذات پات کے اختلافات نے سوسائٹی کا شیرازہ بُری طرح بکھیر رکھا تھا، ایسے وقت میں گورو نانک نے عوام کو توہم پرستی کو چھوڑکر ایک پرماتما کی بندگی کرنیکی تلقین کی۔ اُنہوں نے کہا کہ سب سے افضل مذہب انسانیت کا مذہب ہے جو کسی اِنسان کو کسی انسان سے نفرت کرنا نہیں سکھاتا۔"

بھول گیا تھا ساقی جنکو"

اِس سچائی کا تو اعتراف ہی کروں گا کہ پنجاب کے نامور ادیب و شاعر سردار بلونت سنگھ صاحب فیض سرحدی ایم اے (ہندی - پنجابی) منشی فاضل نے گورو نانک صاحب کے پانچسوویں جنم دن کی یاد میں اپنی دلکش کتاب "حمدِ نانک" کو صوری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے اِس موضوع پر اگرچہ ہندوستان بھر کی اردو کتابوں میں غیر معمولی ستائش کا حق دلا دیا ہے - اور یہ کہ دنیا بھی جھوٹ نہیں کہ گورو صاحب کو پیش کئے گئے نذرانوں میں یہ ایک "یادگاری سوغات" ہے لیکن افسوس کہ کسی وجہ سے کئی برگزیدہ شاعر اس "ادبی بزم" میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے جن مشفق اربابِ شعر کی نظمیں مجھے اپنے ادبی ریکارڈ سے دستیاب ہو گئیں - اُنہیں انتہائی مسرت سے اپنے مجموعہ نظم و نثر میں فخر سے جگہ دے رہا ہوں - کاش کہ میرے پسندیدہ عنوان سے متاثر ہو کر سبھی محبوب گورو نانک ان نظموں کو بھی شرفِ قبولیت بخشیں +

(گوردیپ سنگھ کوشاں)

مئے عرفاں کا متوالا تھا اور بزم الست کا ساقی بھی

افسر الشعرا پنڈت وِتستہ پرشاد صاحب فِدا بی اے دیال سنگھ ہائی سکول لاہور

اے نانک! سینۂ صاف ترا، تھا رشکِ یدِ آئینے کا
اور طور کا جلوہ پرتو تھا، سینائے محبت سینے کا
ہر تارِ نفس ترا پایہ تھا، معراجِ وفا کے زینے کا
تیری بزم میں کس کو یارا تھا، مکر اور فریب، کہ کینے کا
دِل میں جو لگن پوشیدہ تھی، وُہی لب سے ہویدا ہوتی تھی
ناپید جو تھی دُھن پہلو میں، گفتار سے پیدا ہوتی تھی

رتبہ تھا سِوا ترا شاہوں سے، انداز فقیروں والا تھا
ہر سروِ سہی ترا شیدا تھا، اور والہ ہر گُل لالہ تھا
تیری معنی خیز نصیحت کا، طور اور طریق نرالا تھا
دِل تیرے ہر جذبے کی، مرغانِ سحر کا نالہ تھا
اِک سازِ سراپا وحدت کا، القصہ تیری ہستی تھی
جس سے دِلِ اہلِ دانش پر طاری محویت و مستی تھی

مئے عرفاں کا متوالا تھا، اور بزمِ الست کا ساقی بھی
تھا جام پیاپے گردش میں، اور دور کئی تھے باقی بھی
تیری بیعت کا دم بھرتے تھے، ہندی بھی اور عراقی بھی
انداز میں تیرے پنہاں تھی، خلاقی بھی، رزّاقی بھی
تیری ساقی گری کا شہرہ تھا، اِس عالم سے اُس عالم تک
تیرے لطف و کرم کا چرچا تھا اِس عالم سے اُس عالم تک

مِلتی تھی صلا جب رِندوں کو، اے پیر ترے خمخانے سے
تُو سوزِ عشق کی آتی تھی، ہر سوز بھرے پروانے سے
یُوں شوقِ تجلّی اُٹھتا تھا، ہر محفل کے دیوانے سے
جِس طرح چھلکتی پڑتی ہو، مئے ناب بھرے پیمانے سے

دِیدار کے طالب محفل میں، سرگرم تماشا رہتے تھے
خاموش، مگر دِل ہی دِل میں، سرگرم تماشا رہتے تھے

مُسلم تجھے مُرشد کہتے تھے، ہندو اوتار سمجھتے تھے
وُہ کلمہ گو، یہ نانک کو اہلِ زنّار سمجھتے تھے
وُہ بندہ سُبحاں کہتے تھے، یہ خود کرتار سمجھتے تھے
اور صُوفی اپنے مذہب کا، تجھ کو سردار سمجھتے تھے

اِن سب میں شامل ہوتے بھی، ترا اپنا رنگ نرالا تھا
سب اپنی اپنی مت والے، تو عرفاں کا متوالا تھا

تیرے مذہب کی تفسیر ہوئے، دونوں الف کے دونوں ھُو
جُز اللہ سب ناپیدا ہے، ہر سمت ہے پیدا اللہ ھُو
جو میرا ہے سب تیرا ہے، مَیں مِٹ مِٹ کر ہو جائے تو
کافِ تصغیر یہ کہتا ہے، میں ہیچ ہُوں سب کچھ واہ گرو

تُو شاہ دِلوں کی بستی کا، اور واہگورو کا پیارا ہے
اور نام ترا اس ہستی کے گلشن میں پھول ہزارا ہے

[لائل گزٹ لاہور کے پورنما شانمبر
۱۹۲۲ء سے]

"حضرت گورو نانک مہاراج"

(جناب منشی عبد الخالق صاحب خلیق دہلوی)

ہر رنگ میں رنگ کھاتا تھا نندلال کرشن کنہیا تھا۔ گوکل کی رنگیلی سکھیوں کے گھونگھٹ میں اسی کا جلوہ تھا
کیا نام مبارک نانک تھا وہ ہیرا موتی مانک تھا۔ وہ ذرّہ کیا تھا سورج تھا وہ قطرہ کیا تھا دریا تھا
پنجاب کا رہنے والا تھا حق بات کا کہنے والا تھا۔ مایا میں الگ تھا مایا سے سب اُس کا کھیل تماشا تھا
وحدت میں دوئی کا نام نہ تھا تھے ایک نظر میں دیر و حرم۔ جب دائیں طرف کو بالا تھا تو بائیں طرف مردانا تھا
حق حق کی صدائیں آتی تھیں منصور تھا دل کے شیشے میں۔ وحدت کی شرابیں پی پی کر متوالا تھا متوالا تھا
خود عشق کی صورت بنتا تھا خود حسن کی مورت بنتا تھا۔ لیلےٰ کی نظر میں مجنوں تھا مجنوں کی نظر میں لیلیٰ تھا
وہ شبد نرنتر سنتا تھا جہاں انحد باجے بجتے ہیں۔ ہر نام کا دل سے شیدا تھا کانوں میں اسی کا لہرا تھا
کب شرک سے اسکو نفرت تھی وہاں سب سے ایک محبت تھی۔ دن رات ہری رس پیتا تھا ہاتھوں میں پریم پیالا تھا
مخدوم سمجھتے اپنا کھتے، سیوا میں ہزار دل رہتے تھے۔ سب اُسکی نظر میں یکساں تھے وہ سب کی نظر میں بابا تھا
یہ مجھکو خبر اے شیخ ہے کچھ مجھکو خبر اے راوی ہے۔ نورانی صورت والے کو تم میں بھی کسی نے دیکھا تھا؟
ست نام کی مرلی لب پر تھی وہ چھبیا موہن بالا تھا۔ وہ گورا تھا یا کالا تھا وہ سیدھا تھا یا بانکا تھا

سدھ گیا بے ہوش ہوا، وحدت کی ہوئی جب جلوہ گری
من لے گیا میرا شیام ہری۔ من لے گیا میرا شیام ہری

گھٹ گھٹ میں تمہیں ہو جلوہ فگن اے داتا گورو دے داتا گورو۔ کیا نور کا پتلا ہے چندر بدن اے داتا گورو اے داتا گورو
سب زنگ معاصی صاف ہوا، آئینہ دل شفاف ہوا۔ دھو دھو کے ہیں پاپ جس جس نے ہرن اے داتا گورو اے داتا گورو
رخسار چمک کر چاند ہوئے جلوے سے ستارے ماند ہوئے۔ صدقے ہے ترے سورج کی کرن اے داتا گورو اے داتا گورو
توحید کے عقدے کھول دیئے کانٹے میں برابر تول دیئے۔ تھا ورد زباں پر ایک سخن اے داتا گورو اے داتا گورو

تم دونوں جہاں سے اعلیٰ ہو تم عرش بریں سے بالا ہو ۔ قدموں میں پڑا ہے چرخ کہن اے واگورو اے واگورو
اسرار ہیں اس میں سربستہ، سنبل کا یہی ہے گلدستہ ہے زلف تمہاری مشک ختن اے واگورو اے واگورو
جب نین سے میرے نین ملے آزاد ہوئے سو شکوہ ملے ۔ دل بھول گیا سب رنج و محن اے واگورو اے واگورو
تو آنکھ کا میری تارا ہے تو سندر کا راج دلارا ہے ۔ پنجاب ترا ہے پاک وطن اے واگورو اے واگورو
کیا بھولی بھالی صورت ہے، اونکار تمہاری مورت ہے ۔ اپدیش تمہارا دھن دھن اے واگورو اے واگورو
اک شوق لیے دیدار کا ہے اور اں خلقت لاکھ ہزار کا ہے ۔ کرتا ہے یونہی دن رات بھجن اے واگورو اے واگورو

توحید کے اس خمخانے میں یہ میکش ہے تم ساقی ہو
وہ جام پلے وہ جام پلے مٹ جائے خودی جو باقی ہو

"انہیں کہتا ہے ہر چھوٹا بڑا باباگورو نانک"

(جناب منشی غلام قادر صاحب فرخ امرتسری)

ہوا روشن جہاں جس دن ہویدا گورو نانک ۔ شب تاریک میں تھے ماہ نور افزا گورو نانک
عیاں طفلی میں تھے آثار عظمت ذات سے ان کی ۔ تقدس میں یگانہ زہد میں یکتا گورو نانک
نہ تھی سود خلائق کی ہوس بازار عالم میں ! زیاں جس میں ہے کرتے تھے نہ وہ سودا گورو نانک
زمانہ دل سے قائل ہو گیا ان کی بزرگی کا ۔ انہیں کہتا ہے ہر چھوٹا بڑا بابا گورو نانک
جہاں میں آئے تھے سرسبز کرنے تشنہ کاموں کو ۔ سمندر نیکیوں کے فیض کے دریا گورو نانک

ترو تازہ کیا پنجاب کو ابر کرم بن کر
کھلایا اس گلستاں کو نسیم صبح دم بن کر

نہیں وجہ خوشی تھا خلق کا غم آشنا ہونا ۔ انہیں آتا تھا اہل درد کے دل کی دوا ہونا
ہوا تخمیر تھا روز ازل سے ذات میں انکی ۔ رفیق باوفا ہونا محب باصفا ہونا

بڑے زوروں پہ تھا پنجاب میں طوفان جہالت کا۔ انہیں کا کام تھا ایسی گھڑی میں ناخدا ہونا
وہ کہتے تھے بلا خوف و خطر منہ پر خدا لگتی۔ اگر ہو سیکھنا تو ان سے سیکھو بے ریا ہونا
انہیں پیش نظر صبح و مسا تھا مقصد ہستی۔ انہیں معلوم تھا انسان کو واجب ہے کیا ہونا

مثالِ مہر تاباں فرد تھے روشن ضمیری میں
ہوا نام ان کا روشن بڑھ کے شاہوں سے فقیری میں

حقیقت آشنا تھے باخبر تھے رازِ قدرت سے۔ ہم آہنگی انہیں منظور تھی آوازِ قدرت سے
ہر اک شے میں نظر آتا تھا جلوہ حسن و خوبی کا۔ انہیں الفت تھی محبوب سراپا نازِ قدرت سے
رگ و پے میں رواں جوش رفاہ خلق رہتا تھا۔ وہ متحرک تھے تحریک اثر اندازِ قدرت سے
دلِ پُر سوز پر رہتا تھا عالم وجد کا طاری۔ تھے متاثر نوائے جانفزائے سازِ قدرت سے
پھونکی روح حیات ان کے تن ذی جود میں گویا۔ ہوئے ہیں زندۂ جاوید وہ اعجازِ قدرت سے

برنگ شمع آئے بزم افروز جہاں ہو کر
سبق پروانگی کا دے گئے ہیں خود تپاں ہو کر

انہیں تھا بارِ خاطر مخمصہ تفریق ملت کا۔ کہ اندیشہ ہے اس میں انقطاعِ رسم الفت کا
دکھاتے تھے صراط مستقیم ملک روحانی۔ رواج ان کو منظور نظر تھا شرح حقیقت کا
بتایا سا کنانِ دہر کو انسانیت کیا ہے؟ سکھایا کیسے کرنا ہے ادا فرض آدمیت کا
محبت ہی محبت کی یہی تلقین کرتے تھے۔ کہ ہے عشق حقیقی مرتبہ اعلٰے محبت کا
سمجھتے تھے سب انسان مظہر شان حقیقی ہیں۔ نظر آتا تھا نظارہ انہیں کثرت میں وحدت کا

نئے پیر مغاں کا یا پلٹ دی بزم ہستی کی
اڑائی مے پرستی، مے پلائی حق پرستی کی

محبت ہندوؤں سے تھی مسلمانوں سے الفت تھی۔ برابر ایک سی دیر و حرم کی دل میں عظمت تھی
ہر اک کو جانتے تھے اپنا بیگانہ نہ تھا کوئی۔ وہ مخلص تھے وہ مونس تھے کدورت تھی نہ نخوت تھی

سرور نغمۂ یادِ خدا میں مست رہتے تھے ۔ انہیں خلوت نشینی غیرت صد بزم عشرت تھی
وہ اس دنیا میں رہ کر بھی الگ رہتے تھے دنیا سے ۔ شراب معرفت ان کے لئے وجہ مسرت تھی
بڑی الفت سے گمراہوں کو فرخ! راہ پر لائے ۔ محبت سے جگایا جن پہ طاری خوابِ غفلت تھی
شبِ عصیاں کی ظلمت کو اڑایا جلوہ گر ہو کر
اجالا کر دیا عالم میں خورشیدِ سحر ہو کر

(خاص)

"زندہ کیا ہے تو نے زمانہ میں نام ہند"

(مشہور دیش بھگت شاعر لالہ لال چند فلک کے قلم سے)

اعزاز قوم مایۂ جانِ وطن ہے تو
بھارت کا لال ہند کا فرزند ارجمند
کیوں خم نہ ہو جہان کا سر ترے روبرو
ہے اوج مہر و مہ سے بھی پایہ ترا بلند

بکھرے ہیں چار سو تری شہرت کے آج پھول
پھیلی ہوئی شمیم تری ہر چمن میں ہے
دربار ہند میں تجھے عزت ہوئی حصول
چرچا ترا جہان کی ہر انجمن میں ہے

ہندی علم کو گر نہیں روکا تھا دیکھے ہاتھ
اچھا بہت تھا کام تمہارا یہ ست گورو
بھارت کے اتہاس میں سب آب زر کے ساتھ
لکھتے ہیں نیک نام تمہارا یہ ست گورو

بچپن سے فیض تری طبیعت میں تھا بھرا
چڑیوں کی نذر باپ کا سب کھیت کر دیا
بھوجن میں سادھوؤں کے دیا اس کو بھی لگا
والد نے کاروبار کو جو مال و زر دیا

گھر بار کو بسار کے بستی کو چھوڑ کے
جنگل میں جا کے تو نے تھا ڈیرہ لگا دیا
منہ دنیوی علائق و دولت سے موڑ کے
سچے رکھیشروں کا نمونہ دکھا دیا

جنگل جہاں مہیب تھے پُرخوف تھے پہاڑ
پرماتما کی کرتا پھرا تو وہاں تلاش
وہ دشت جن میں شیروں کی سنتے تھے ہم دہاڑ
بے خوف ہو کے تو نے رکھی ان میں بود و باش

کرتے ہیں وصف تیری محبت کا لوگ کل - زندہ کیا ہے تو نے زمانہ میں نام ہند
صدق و صفا کے تو نے کھلائے ہیں خوب گل - نکہت سے ہو گیا ہے معطر مشام ہند

بنیاد انڈیا سے عداوت کی کھود کر - اخلاص کا ستون ہے تو نے کھڑا کیا
نقش دوئی کو میٹ کے ہر دل سے سربسر - الفت کا اتحاد کا سکہ بٹھا دیا

شرک و خودی کے ماند ہوئے اختر و قمر - وحدت کا آفتاب جو تو نے دکھا دیا
باطل پرستیوں سے ہٹے خود بخود بشر ایک ایشور کا راز جو تو نے بتا دیا

دنیا کو تو نے دین پہ قربان کر دیا ایثار نفس ہے ترا عالم پہ آشکار
مال اور زر تو پہلے ہی سے نذر کیا باقی حیات تھی سو خوشی سے وہ کی نثار

تو اے محب ملک تھا انساں کا خیر خواہ احساں کئی جہاں پر ہیں بیش و کم ترے
سب رہروان منزل ہستی کو نیک راہ دکھلائیں گے چمک کے یہ نقش قدم ترے

تیری حیات دہر میں ہے مثل چاندنی وہ چاند جس سے روشنی پاتے ہیں خاص و عام
قیصر کا قصر بیکس و مفلس کی جھونپڑی یکساں اٹھاتے نفع ہیں سب جس سے لاکلام

جب تک ہے مشک نافہ میں گوہر میں آب و تاب خنداں چمن میں پھول ہے تاباں فلک پہ ماہ
گائیں گے تیرے گیت زمانہ میں شیخ و شاب کرتے رہیں گے نام پہ سب تیرے واہ واہ

سازِ حقیقت کی آواز

(جناب ساغر نظامی صاحب)

انساں کی محبت انساں کو تاروں سے دور پہنچاتی ہے
جب گھور اندھیرا ہوتا ہے تو حق کی کرن مسکاتی ہے
وہ نور کی بارش کرتی ہے رحمت کے بادل لاتی ہے
نانک کے سازِ حقیقت سے آواز مسلسل آتی ہے

جب عشق کی بھٹی میں تپ کر باطن کی ضیاء لَو دیتی ہے
انساں کی خودی بے خود ہو کر جب مستی کو چھو لیتی ہے
پتھر پارس ہو جاتے ہیں مٹی کندن بن جاتی ہے
نانک کے سازِ حقیقت سے آواز مسلسل ہوتی ہے

وہ موجِ زمزم کی ہو صدا یا موجِ گنگا نغمہ کناں
وہ قلقلِ مینا ہو کہ اذاں، ناقوس ہو یا پنڈت کا بیاں
ہر ساز کے پردے سے مُطرب آواز اسی کی آتی ہے
نانک کے سازِ حقیقت سے آواز مسلسل آتی ہے

کیا قوم و وطن کے پیمانے کیا رنگ و نسل کے افسانے
سب ایک حقیقت کے جلوے سب ایک تخیل کے سائے
اِک "کنبہ" ہو ساری دُنیا۔ ساری دُنیا اِک "جاتی" ہے
نانک کے سازِ حقیقت سے آواز مسلسل آتی ہے

کیا تیرا صنم کیا میرا صنم کیا دیر و حرم کیا بُت خانہ
کیا تیرا خدا کیا میرا خُدا نادان تو ہے اپنا ہی خدا
جب سازِ خودی کو چھوتا ہوں آواز یہ پیہم آتی ہے
نانک کے سازِ حقیقت سے آواز مسلسل آتی ہے

دُکھیوں کی فغانِ نیم شبی زاہد کی دُعا سے بڑھکر ہے
توحیدِ انساں اے غافل توحیدِ خُدا سے بڑھکر ہے
یہ بادِ صبائے ننکانہ پیغامِ محبت لاتی ہے
نانک کے سازِ حقیقت سے آواز مسلسل آتی ہے

"صاحب عرفان گورو"

(جناب خواجہ دِل محمد صاحب ایم اے لاہور)

جو من کا روگ گنواتے ہیں وہ سچے ہیں ذی شان گورو
جو سیدھی راہ دکھاتے ہیں تو اُن کو اپنا مان گورو

الیکانت میں جن کا ڈیرا ہے وحدت میں لیا بسیرا ہے
نہ تیرے ہیں نہ میرے ہیں، وہ سرمست عرفان گورو!

اپنا لے من میں نرمی کو، کر دُور تعصب گرمی کو
تو چھوڑ اپنی ہٹ دھرمی کو، یہ دیتے ہیں فرمان گورو

کیا مسجد ہے کیا مندر ہے کیا صوفی مست قلندر ہے
وہ ستگور تیرے اندر ہے تو اندر ہی پہچان گورو

جب رہبر نانک شاہ ہوئے تب کام سبھی دلخواہ ہوئے
وہ راہ سے کب گمراہ ہوئے ہوں جن کے پشتیبان گورو!

شمع ہدایت

نتیجہ فکر فلک رسا ہز ایکسیلینسی راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد مرحوم
جی سی آئی ای مدار المہام حیدر آباد دکن

ہے کس کی زبان مطلع انوار ہدایت
ہے کون جو ہے قلزم زخّار ہدایت
ہے کس کا سخن جلوۂ گفتار ہدایت
شاداب ہے کس پھول سے گلزار ہدایت

مے کس نے پلائی ہے جو مدہوش ہے مجلس
تقریر یہ کس کی ہے جو خاموش ہے مجلس

تعلیم سے کس کی ہوئی توحید پرستی — کی دُور یہ کس نے مئے پندار کی مستی
پر نور ہے کس نور سے پنجاب کی بستی — روشن ہوئی کس شمع سے یہ محفل ہستی

پردہ جو دوئی کا تھا کہو کس نے اٹھایا
اور یکجہتی کا سبق کبھی یاد دلایا

اخلاق و محبت کا سُہا کون معلّم — دل جن کے تھے پتھّر کے کیا اُنکو ملائم
حاصل ہوئے کس سے یہ مراحم یہ مکارم — انسان بنے لوگ جو تھے مثل بہائم

کچھ شک نہیں اس میں کہ وہ تھے شمع ہدایت
مقبول خدا ماحی اوہام ضلالت

کاشانۂ تہذیب و تمدّن کو سنوارا — اور نشۂ پندار و تکبّر کو اتارا
آزادئ اصلاح میں زحمت کی گوارا — گمراہوں کو پھر حق کی طرف کس نے پکارا

چشمے کرم و فیض کے جاری کئے کس نے
ظاہر اثر رحمت باری کئے کس نے

نانک ہیں وہ سرچشمۂ دیں مظہر وحدت — سر دفتر تسلیم و رضا حامئ ملّت
مفتاحِ درِ مخزنِ اکرام و کرامت — مصباحِ رہِ منزلِ تعلیم و ہدایت

جو لفظ تھا نشتر رگِ باطل کیلئے تھا
جو سر وہی سر آئینۂ دل کے لئے تھا

پابندئ آئینِ وفا سب کو سکھائی — سرگرمئ تسلیم و رضا سب کو سکھائی
توحید پرستی کی ادا سب کو سکھائی — محویت طاعات خدا سب کو سکھائی

گمراہوں کو منزل کا پتا دے گئے نانک

جو دیگئے واللہ بجا دیگئے نانک

معیارِ عمل مصلحتِ وقت تھی گویا — ہر ایک بشر کو عملِ خیر سکھایا
اوہام پرستی کا جو تھا قوم میں چرچا — اس تیرہ درونی کو کیا صاف و مصفا
دنیا کی جو ہستی کا تھا مقصد وہی سمجھے
تھا کفر کا ایماں جو مقید وہی سمجھے

غفلت کی گھٹا قوم کے سر پہ تھی جو چھائی — ادبار میں ڈوبی ہوئی تھی ساری خدائی
سمجھے ہوئے تھی قوم برائی کو بھلائی — برباد تھی اخلاق و مروت کی کمائی
بیگانوں کا تھا ہوش نہ اپنوں کی خبر تھی
سب خواب تغافل میں تھے ہر چند سحر تھی

بیدار کیا قوم کو نانک کے اثر نے — ہشیار کیا قوم کو نانک کے اثر نے
دیندار کیا قوم کو نانک کے اثر نے — گلزار کیا قوم کو نانک کے اثر نے
بدلی ہے دنیا طلبی دیں طلبی سے
زندہ ہوئے مرد و جواں جو تھے جاں بلبی

صوفی تھے موحد تھے تو مومن بھی تھے نانک — سرمایۂ احساں تھے تو محسن بھی تھے نانک
سیاح بھی تھے ملک کے ساکن بھی تھے نانک — ظاہر بھی ہر ایک شئے میں تھے باطن بھی تھے نانک
آواز جو توحید کی کثرت میں اٹھائی
ایمان پکارا مری امید بر آئی

لطف و ادب و خلق و مروت کے ہیں حامی — پنجاب میں یہ مذہب و ملت کے ہیں حامی
ماحیِ ضلالت ہیں ہدایت کے ہیں حامی — سرچشمۂ الفت ہیں محبت کے ہیں حامی
گوتم کے طریقہ کو جلا دے گئے نانک
کثرت میں بھی وحدت کا پتا دیگئے نانک

ہستی و عدم جلوہ گہہ ناز تھا اُن کا | تعلیم ہدائیت بھی کہ اعجاز تھا اُن کا
انجام جو کچھ تھا وہی آغاز تھا اُن کا | ہر ملک میں ہر قوم میں اعزاز تھا اُن کا

تاریکیٔ باطل کو منوّر کیا حق سے
پیدا ہوا توحید کا عِلم اُنکے سبق سے

یہ نوعِ بشر میں سے تھی یک ہستی کامل | گوتم کی طرح فارقِ عرضِ حق و باطل
از بر تھے انہیں وحدت و کثرت کے مسائل | علم ازلی و ابدی کے تھے یہ عامل

دِل قوم کا خوگر تھا جو اوہام و ریا کا
رُخ پھیر دیا اپنی ہدایت سے ہوا کا

زنجیر توہم سے ہمیشہ رہے آزاد | وہ مرشدِ برحق تھے وہ تھے صاحبِ ارشاد
محکم ہوئی اُن سے ہی طریقت کی بھی بنیاد | وہ شرک کے قاطع تھے وہ دافعِ الحاد

اسرار حقیقت کے جو کاشف تھے تو یہ تھے
اور کُنہِ طریقت کے جو عارف تھے تو یہ تھے

اعمال کی جلا کرتے تھے آئینۂ دل پر | تھا پیشِ نظر علم مساوات کا دفتر
تھی مسلم و ہندو پہ نظر اُنکی برابر | ہر قوم کے تھے کشتیٔ اصلاح کے لنگر

ہاں حافظ ناموسِ طریقت بھی یہی تھے
ہاں کاشف اسرار حقیقت بھی یہی تھے

محدود نہ سوچو اُسے محدود یہ کر دیں | غائب جو نگاہوں سے ہو موجود یہ کر دیں
غمگین کو دلگیر کو خوشنود یہ کر دیں | گر چاہیں یہ تو منحوس کو مسعود یہ کر دیں

آئینۂ ہستی میں یہ تصویرِ عمل ہیں
ظلمت کدۂ دہر میں تنویرِ عمل ہیں

تسخیر کیا مُلک کو بھی حسنِ نظر سے | تہذیب و تمدن کے گہر قوم پہ برسے

جس قوم کا سینچا تھا چمن خونِ جگر سے
جس مذہب و ملت کا سودا کیا سر سے
ہیں آج اسی قوم کے حالات دِگرگوں
اخلاق دِگرگوں ہیں مساوات دِگرگوں

ہے شاد امیری میں فقیری سے برومند
صوفی ہے موحد ہے بہر حال ہے خورسند
ہر مذہب و ملت سے لیا کرتا ہے یہ پند
توحید پرستی کا حقیقت میں ہے پابند
جو عارفِ حق ہوگا وہ ملحد کبھی نہ ہوگا
ملحد کوئی ہوگا تو موحد کبھی نہ ہوگا

اُلفت کا پرستار ہوں بندہ ہوں وفا کا
پابند ہوں ہر حال میں تسلیم و رضا کا
رہرو ہوں ہمیشہ سے رہِ صدق و صفا کا
دُنیا کی طلب میں نہیں محتاج دُعا کا
ہاں خاتمہ بالخیر ہو مقصد ہے تو یہ ہے
اللہ کے بندوں کی خوشامد ہے تو یہ ہے

(کوشاں کے رسالہ پھول باغ پٹیالہ
سالنامہ سنہ ۱۹۳۵ء سے)

"رُوحِ نانک سے!"

(از لسان الاعجاز سردار اودے سنگھ صاحب شائق ایڈوکیٹ اسٹکور فرید کوٹ)

رُوحِ نانک سے بصد آداب کل میں نے کہا ۔ اے ضیائے چشمِ ایماں اے طرازِ بزمِ جاں
اے فروغِ اخترِ جاوید اے نورِ ازل ۔ اے چراغِ بزمِ حق اے رونقِ ہر دو جہاں
لیکے اِک فریاد آیا ہوں ترے دربار میں ۔ سُن لے اے اُمت کے والی حالِ زارِ بیکساں
خونِ دل سے تو نے سینچا باغِ عالم میں جنہیں ۔ آج وہ بُوٹے ہوئے جاتے ہیں پامالِ خزاں
ہیں ترے فرزند دامِ فرقہ بندی میں اسیر ۔ وائے قسمت اُن میں وہ پہلی سی اُلفت اب کہاں؟

شک نہیں گر اسطرح آپس میں یہ لڑتے رہے ۔ صفحۂ ہستی پہ یہ ہونگے نہ اُن کی داستاں
پھر اُسی انداز سے تُو محفلِ ملت میں آ
محفلِ ملت میں آکر دیکھ حالِ بیکساں

رُوحِ نانک کا جواب

کیا سُناتا ہے مجھے میں نے گورودسمش سے ۔ سُن لی ہے تیرے غمِ دردِ نہاں کی داستاں
تجھ پہ جو گزری ہے وہ سب کچھ مجھے معلوم ہے ۔ دردمندوں کی مصیبت کب ہے محتاجِ بیاں؟
تُو مرا لختِ جگر ہے تُو مری آنکھوں کا نور ۔ تیری بدحالی نے کر رکھا ہے مجھکو نیم جاں
صفحۂ ہستی سے تیرا نام مِٹ سکتا نہیں ۔ جا نہیں سکتی مری صدیوں کی محنت رائیگاں
کچھ دنوں میں نور و حرارت ساتھ لیکر آؤنگی ۔ ڈال دونگی آکے تیری محفلِ مردہ میں جاں
حوصلہ رکھ پھر سے میں سب کو گلے ملواؤنگی
پھر ترے نغموں سے گونجیں گے زمین و آسماں

(ہفتہ وار لائل گزٹ لاہور سنہ ۱۹۳۲ کے
پرورمناشی نمبر سے

منقبت آں حضرت بابا نانک کی جناب میں

(عقیدت کے پھول)

یہ ہے وہ معارف پرور نظم جو ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۴۴ئ کو ٹاؤن ہال لدھیانہ میں منعقدہ جلسہ میں فخرِ پنجاب مولانا فیاض ہریانوی مرحوم بی۔اے منشی فاضل نے پڑھی تھی اور جس کے ہر شعر پر صدائے تحسین بلند ہوئی تھی ۔ (کوشاں)

عالم وجد میں اوروں کو پلاتا تھا وہی ۔ پی تھی نانک نے جو توحید کے میخانے سے!

حق سے آگاہ تھا وہ مستِ مئے عرفاں تھا - کچھ نہ کچھ سیکھ لے اُس مست کے افسانے سے
اُسکی آنکھوں میں رہے شیخ و برہمن یکساں - نہ تو کعبے ہی سے تھی لاگ نہ بُت خانے سے
کیا بتائیں؟ کہ حقیقت کے ترانے کیا ہیں؟ - جا کے سُن آؤ ذرا اُس کے نوا خانے سے!
فیض ساقی سے تو سیراب ہے کوئی کوئی! - وہ پلاتا تھا مساوات کے پیمانے سے
مر کے پاتے ہیں خدا دوست حیاتِ ابدی . زندہ ہو جاتے ہیں وہ جسم کے مٹ جانے سے
صُحبتِ اہلِ صفا زنگ زدائے دل ہے - روشن آئینہ یہ ہوتا ہے جلا پانے سے
حق پرستی ہی سے باطل کی جڑیں کٹتی ہیں - کفر کے پیچ نکلتے ہیں اسی شانے سے
شعلۂ شوق پہ جل مرتے ہیں مرنے والے - گرمئ شوق اُڑا لیتے ہیں پروانے سے
کُتبِ رازی و طوسی میں خودی کے اسرار - نکتۂ ہوش و خردِ نجد کے دیوانے سے
مستی و شوق سے جیتا تھا جو نانک مالا - اللہ اللہ کی صدا آتی تھی ہر دانے سے
اہلِ دُنیا کی خرافات سے کیا حاصل ہے؟ - لے سبق ایسے حق آگاہ کے افسانے سے
اُس کا دربار رہا شاہ و گدا پر یکساں - وہ یگانے سے گریزاں تھا نہ بیگانے سے
گرم ہے زور سے اس پیرِ مغاں کی محفل - آج بھر بھر کے پیئے جائیے پیمانے سے
شمعِ عرفاں سے منوّر ہے نشیمن میرا - قصرِ شاہی بھی ہے روشن مرے کاشانے سے
اُسکی برکت ہی سے جنگل میں ہے منگل کا سماں - دشت آباد ہے درویش کے ویرانے سے
وادئ معرفتِ حق بھی نشاط افزا ہے - روحِ شاداں اسی وادی کی ہوا کھانے سے
اولیاء اللہ کے اذکار سے دل روشن کر - راہ کھو بیٹھ نہ شیطان کے بہکانے سے!

جس میں ہو کیفیت انگیز اخوّت کی شراب
پھر پلا دے کوئی مجھ کو اسی پیمانے سے!!

مطبوعہ "پنجاب" ہفتہ وار لدھیانہ
22 ہفتہ -11-1944
(اڈیٹر سوڈھی گورنجن سنگھ کوشاں)

ننکانہ صاحب

(جنم استھان کو دیکھکر)

از پروفیسر کرپال سنگھ صاحب نارنگ ایم اے - سکھ نیشنل کالج لاہور
(حال پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ)

نوائے راز سے معمور ہے فضا تیری - بندھی ہے گلشن آفاق میں ہوا تیری
تری بہار کچھ ایسا سماں دکھاتی ہے - کہ بیخودی سی نگاہوں پہ چھائی جاتی ہے
سجودگاہ ملائک ہے ارض پاک تری - ہم اوج عرش ہے فرش زمیں پہ خاک تری
یہاں سے جلوۂ توحید کا ظہور ہوا - ہر ایک ذرہ چمک کر حریف طور ہوا
یہاں جمال حقیقت نما نظر آیا - بشر کے روپ میں نور خدا نظر آیا
صنم نشان زمانہ یہاں جو آتے ہیں - وہ اس فضا میں سکون دوام پاتے ہیں
در بہشت کھلا ہے یہاں نگاہوں میں - کہ آسماں کے تارے بچھے ہیں راہوں میں
یہاں خرام میں بیخود خرام سکتے ہیں - ہر ایک گام پہ گردن فراز جھکتے ہیں
یہاں گزر نہیں پندار و خود پسندی کا - فلک کو بھی نہیں دعوے یہاں بلندی کا
یہاں دلوں کو پیام سرور ملتا ہے - ہر اک نگاہ کو درس حضور ملتا ہے

حریم قدس کے جلوے ہیں آشکار یہاں
"ہری تواس" یہاں ہے "ہری دوار" یہاں

(روزانہ ملاپ لاہور کے گورو نانک نمبر سے ۱۹۴۰)

"گورو نانک دیوجی کا ظہور"

(از پنڈت سوہن لال مرحوم ساحر بی اے۔ کپورتھلوی)

شعاعیں راستی کی ظلمتِ عصیاں سے ڈرتی تھیں
سیہ کاری کا دامن ذلتیں لعنت سے بھرتی تھیں
بدی کی صورتیں آئینۂ دل میں سنورتی تھیں
جہاں میں نیکیاں سہمی ہوئی تھیں اُف نہ کرتی تھیں
غرض ہر منظرِ تہذیب باطل کفر ساماں تھا!
گناہوں کی اندھیری رات تھی ایمان لرزاں تھا!

۲۔ کیا ماحول کو تاریک باطل کی گھٹاؤں نے
اُجالوں کو مٹا ڈالا توہم کی ہواؤں نے
کرائے ناروا سجدے یہاں جھوٹے خداؤں نے
وطن کو آدبوچا ہر طرف کالی بلاؤں نے
فرشتے کانپتے تھے آسماں پر ہول طاری تھا
ستم کا ہاتھ تھا اور دامنِ طاعت گرانی تھا

۳۔ ہوئیں عشرت کی راہیں بند یاں مغموم بندوں پر
قیامت کے ستم توڑے گئے محکوم بندوں پر
کسی کو بھی نہ رحم آیا یہاں مظلوم بندوں پر
ہوا دشوار جینا دیش میں معصوم بندوں پر
گورو نانک اُٹھے توحید کے نغمہ سرا بن کر
ہمیں منزل پہ لے آئے ہمارے رہنما بن کر

۴۔ جو مُردہ ہوگئے تھے لوگ ان کو زندگی بخشی
خیالوں کو بلندی اور دِل کو آگہی بخشی
اندھیرے ہوگئے کافور ایسی روشنی بخشی
غموں کو کر دیا پامال لافانی خوشی بخشی
گورُو نگری میں دیکھو سنگتیں جب گنگناتی ہیں
وُہ نانک دیو کی تقدیس کے نغمے سُناتی ہیں

(مطبوعہ روزانہ ملاپ گورو نانک ایڈیشن ۲۳ ۱۱/۶۹
سرورق پر تصویر کے ساتھ)

"ننکانے کا چاند"

ننکانے کے چاند کی کرنیں ستّ نام کا ہیں اُجیارا
اُن کے فیضِ عام سے چمکا سب سے پیارا دیش ہمارا
ورنہ چھایا تھا ہر جانب اَندھی صدیوں کا اندھیارا
پتھر کے بھگوان کی پُوجا تھی گھیرے اگیان کی پُوجا
کتنے رُوپ بدلتی آئی اِنسانو! اِنسان کی پُوجا
نانک نے سِکھلائی آکر واہگورو، رحمان کی پُوجا

"نہنگ"

گورُو نانک دیو کا پیغام

زمانے بھر کو نانک نے پلایا جام وحدت کا دیا الہام میں ڈوبا ہُوا پیغام وحدت کا
مسلماں اور ہندو کو محبّانہ نظر بخشی شبِ تاریک عالم کو تبسّم کی سحر بخشی

کہا تم اختلافِ باہمی شاد ہو جاؤ — تعصب کی حدوں کو توڑ کر آزاد ہو جاؤ
وہ ذاتِ پاک واحد چاہنے والے بڑے اس کے — کہ سورج ایک ہے مظہر ہیں لاکھوں آئینے اسکے
گورو جی کا پیامِ معرفت بھی ہم بھلا بیٹھے — غضب ہے داستانِ عظمتِ آدم بھلا بیٹھے
بنی ہے جنگ کا عنواں نئے آلام کی شدت — انوکھا رنگ لائی گردشِ ایام کی شدت
یہاں قومی تعصب ہے وہاں نسلی تعصب ہے — بہے گا خونِ انساں کا جہاں نسلی تعصب ہے

گورو جی کے اسی پیغام کو گر سیکھ دوہرائے
تو مٹ جائیں وفا کی روشنی میں جنگ کے سائے

(کتاب نیتھک ترانے سے ماخوذ) ———— "نہنگ"

تصویرِ نانک

(جناب مہاراج بہادر برق دہلوی مرحوم)

سراپا حسنِ عرفاں ہے نہیں ہے کوئی شک اس میں
چمن زارِ حقیقت کی سچائی ہے مہک اس میں
سراسر جلوہ نورِ ازل کی ہے جھلک اس میں
منور دیدۂ دل جس سے ہو وہ ہے چمک اس میں
تری تصویر سے رحمت برستی ہے گورو نانک

یہ اندازِ خموشی ہے کہ گویائی تصدق ہے
یہ حسن جلوہ افزا ہے کہ رعنائی تصدق ہے
یہ زیبائش کا عالم ہے خود آرائی تصدق ہے
یہ شانِ دلربا ہے، چشمِ تماشائی تصدق ہے
تری تصویر سے رحمت برستی ہے گورو نانک

عظمت نانک!

(علامہ سیماب اکبر آبادی)

(یہ نظم جناب ابد سرہندی نے تاخیر سے بھیجی اکوشاں)

نہیں اس محشرِ ہستی کی شورش، شورشِ فطری - سکوں پیرا ہے ہنگامہ ہجومِ آدمیت کا
اسی ہیجانِ کثرت میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے - نکل آتا ہے پردے سے کوئی معمّا وحدت کا
زبانِ الہام کی سب کی سمجھ میں آ نہیں سکتی - چڑھا دیتی ہے پھر وحدت پہ دنیا رنگ کثرت کا
ابد تک رحمتیں نازل ہوں خاکِ پاکِ پرا کی - جو آیا لیکے انساں کیلئے پیغام رحمت کا
دیا اس مادی دنیا کو اس نے درسِ روحانی - اشاروں میں ملایا سلسلہ پستی سے رفعت کا
صدائیں پردۂ اسرار سے ٹکرا کے آتی ہیں - یہاں ہر نغمۂ پیدا میں ہے اک رازِ فطرت کا
زمیں سے تا فلک ہیں دلکشی کے سینکڑوں منظر - ہر اک ذرہ ہے مرکز جاذبیت کا
کسی اک رنگ میں ہو جذب پھر بالکل فنا ہو جا - یہی ہے اک طریقہ علم و ادراکِ حقیقت کا
ہر اک ملت کے آثارِ تقدس تجھ سے پیدا ہوں - حقیقت میں فنا ہو کر مٹا دے فرق ملت کا
ترے پیکر کو آب و خاک و آتش اور ہوا مانگے - عناصر کی رگوں میں رنگ بھر ایسا محبت کا
مسلماں قبر میں دفنائیں ہندو آگ میں پھونکیں - مگر تو ایک نقش جاوداں ہو اوجِ عظمت کا

سراپا روح بن جا روح بن کر جلوہ گر ہو جا
تجلی میں تری حائل ہے پردہ مادیت کا

گورو نانک نے

(از جناب پنڈت عرش ملسیانی بی اے منشی فاضل)

زمزم و گنگ کی تفریق مٹانے کے لئے
بادۂ ناب محبت کا پلانے کے لئے
خواب غفلت سے زمانے کو جگانے کے لئے
ایک اونکار سنایا تھا گورو نانک نے

تشنہ کامان جہاں کو مئے وحدت دیکر
عمل نیک کی دنیا کو بشارت دیکر
اپنی ہر بات سے پیغام حقیقت دیکر
راز توحید بتایا تھا گورو نانک نے

سومناتی سے کہا بت شکنی اچھی ہے
شرک کے پھول سے برچھی کی انی اچھی ہے
یہ وطن ہے تو غریب الوطنی اچھی ہے
ازلی راز بتایا تھا گورو نانک نے

کہہ کے مومن سے کہ مست مئے پندار نہ ہو
اپنے ہمسائے سے آمادۂ پیکار نہ ہو
کہہ کے ہندو سے کہ مورت کا پرستار نہ ہو
ایک اونکار سنایا تھا گورو نانک نے

بیخود ذات بنانے کا ارادا کر کے
کفر و ایماں کو حقیقت سے شناسا کر کے
دردِ عالم کا اخوت سے مداوا کر کے
صلح کا جام پلایا تھا گورو نانک نے

آئینۂ انوارِ جہاں

محترمہ ہاشمیہ بیگم صاحبہ لکھنؤ

آپ آئینۂ انوارِ جہاں ہیں نانک
آپ گنجینۂ اسرارِ نہاں ہیں نانک!
مدح خواں آپکے اربابِ جہاں ہیں نانک
معتقد آپکے شاہانِ زماں ہیں نانک
وہ حسیں جلوے جو نزدِ رگِ جاں ہیں نانک
آپکے عارضِ انور سے عیاں ہیں نانک!
اہل دنیا کی وہاں گردنیں خم ہوتی ہیں
تیرے نقشِ قدم نازِ جہاں ہیں نانک!
آپکو کہتے ہیں سب راہ نمائے کامل
آپ ہی قادرِ مطلق کے نشاں ہیں نانک
آپ ہی پھول ہیں گلزار وطن کا بیشک
آپ ہی تمرئے خوبانِ جہاں ہیں نانک
آپ سب اہلِ زمانہ کے لئے ہر ساعت
مرکزِ دائرہ امن و اماں ہیں نانک!

خدا کے واسطے اکبار تو پھر ہند میں آجا

(جناب رام رکھا مل صاحب برق عشرتی سیالکوٹی)

محبت تیری سب چیزوں سے سستی ہے گورو نانک
تری تعلیم کیا ہے حق پرستی ہے گورو نانک

اسے پڑھ کر اسے سُنکر نہ کیوں ہو بیخودی طاری
کلام پاک میں تیرے وہ مستی ہے گُورُو نانک
تری ذاتِ مقدّس کے تعارف کی ہے حاجت کیا
سحابِ فضلِ یزداں تیری ہستی ہے گُورُو نانک
وہ مُفلس ہے تو پھر بھی صاحبِ گنجِ حکومت ہے
تمہاری یاد جس کے دِل میں بستی ہے گُورُو نانک
ترے وُہ نام سے موسوم ہے اے مصلِح اعظم
کنارے آبِ راوی کے جو بستی ہے گُورُو نانک
ہمارا رہنما ہے تو ہمارا پیشوا ہے تُو
تری تقلید ہی وحدت پرستی ہے گُورُو نانک
خُدا کے واسطے اک بار پھر تو ہند میں آجا
ترے دیدار کو خلقت ترستی ہے گُورُو نانک
عقیدت سے جُھکے جاتے ہیں سر قدموں پہ دُنیا کے
تری تصویر سے رحمت برستی ہے گُورُو نانک
عقیدت سے جو مانگے برق تو کیا کچھ نہیں مِلتا
مگر ہم میں تو اِک ظاہر پرستی ہے گُورُو نانک

(رسالہ "شُورما" اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء سیالکوٹ سے)

روشنی ہوتی ہے رحمت کے اثر سے پیدا
روشنی ہوتی ہے دِل اور نظر سے پیدا
(جناب رام کرشن مضطر ایم اے)

سچائی کی روشنی میں

گورو نانک کو ہر کسی نے اپنی نظر سے دیکھا ہے وہ جِس کو جس روپ میں نظر آئے، اپنے اوج و کمال میں ہی دِکھائی دیئے۔ یہی وہ کرامت ہے جِس کے اثر سے وہ سب کے پیارے "بابا" بن گئے۔ مُلک و قوم کے جن بزرگ دانشوروں نے انہیں سچائی کی روشنی میں اپنی بصیرت کی آنکھیں کھول کر) دیکھا ہے اُن کے قابل قدر مضامین کو تاریخ و تحقیق کی سند سمجھ کر پیش کیا جارہا ہے! ہوسکتا ہے کوئی شخص اِن پر کسی اختلاف رائے کا اظہار بھی کرے مگر میں اس بارے میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں اپنے ایک مصرع میں ع۔ زندگی گزری مگر اِک جستجو باقی رہی

(گوربچن سنگھ کوشاں)

بھگتی کی مورتی گورو نانک دیو

(از زندہ شہید) شریمان سورگیہ بھائی پرمانند جی ایم اے۔ لاہور کے قلم سے)

ہر ایک تحریک خواہ مذہبی ہو یا سوشل، حالات کی تبدیلی کا نتیجہ ہوتی ہے جب مختلف طرح کے حالات آپس میں ٹکر کھاتے ہیں تو ان کی آپس میں ایسی رگڑ سے بجلی کی طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے دو پتھر ٹکرانے سے آگ کے چنگارے نکلتے ہیں، اگر ایسی چنگاری کسی مہان آتما کے اندر داخل ہو جائے۔ تو وہاں سے شعلے نکلتے ہیں جو ملک کے اندر بلکہ دنیا کے اندر کڑک کر روشنی اور زندگی پھیلا دیتے ہیں۔ وہ شعلے اور روشنی مردہ روحوں میں اسی طرح زندگی ڈالتی ہے جیسے آفتاب کی روشنی نباتات میں زندگی پیدا کرتی ہے۔

اس رگڑ سے پیدا ہوئی حرارت کو جو آتما اپنے اندر دھارن کر لیتی ہے وہی آتما اس زمانہ کا اوتار سمجھی جاتی ہے۔ کیا ہم نے اس زمانے میں نہیں دیکھا کہ جب عیسائی مذہب کے پرچارکوں نے بذریعہ تعلیم اور پرچار سے اپنے خیالات پھیلانے شروع کئے تو پرانے خیالات کی ان کے ساتھ ٹکر ہوئی دونوں خیالات کی لہروں کے درمیان کشمکش شروع ہوئی۔ اس جدوجہد میں آریہ سماج اور براہمو سماج جیسی مذہبی سوسائٹیاں پیدا ہوئیں۔ اور اپنے پھیلاؤ کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔

مہاتما بدھ کے زمانہ میں بھی خیالات کی بڑی کشمکش پائی جاتی تھی۔ اس کشمکش کا عکس ہمیں بدھ کی آتما اور زندگی میں دکھائی دیتا ہے۔ بدھ کی سالوں کی اندرونی جدوجہد کا نتیجہ بدھ دھرم تھا۔ جس نے اپنے زمانہ میں

ہندوستان کو اور تمام مذہبی دُنیا کو تہہ و بالا کر ڈالا۔ ہند میں بُدھ مذہب کی اور سپرانتی برہمن ازم کی جدو جہد کوئی ہزار برس جاری رہی۔ اس جد وجہد میں آخر کار اگرچہ "برہمن ازم" فتح یاب نکلا۔ مگر اس میں کئی خوفناک بُرائیوں کے بیج داخل ہو گئے۔ ان میں سب سے بڑھ کر مذہبی مکاری کا بیج تھا۔ اگرچہ ہندو لوگ سینکڑوں ہزاروں دیوتاؤں اور ان کی مورتیوں کو ہار سنگار کر اُن کی پرستش کرتے تھے۔ مگر ان ہزاروں میں سے کسی کا ایک پر بھی وشواس نہ تھا۔

مورتیاں بنا کر اُن کو مندروں میں ستھاپن کرنا یا اُن کی پوجا کرنا خواہ بجائے خود اتنا بُرا نہ تھا۔ جتنا کہ اُس کا نتیجہ بُرا تھا کہ لوگ کسی دیوتا کی مورتی پر بھی یقین نہ رکھتے ہوئے صرف دکھاوے کے لئے اُن کی پوجا کرتے تھے اور اسی دکھاوے کی خاطر ان کے مندروں پر لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کرتے تھے۔ اس میں تو کوئی بڑا ہرج نہیں اگر کسی مہا پُرش یا دیوتا کی مورتی کاغذ پر یا پتھر سے گھڑ کر یا کسی دھات کی بنا کر آدمی اپنے سامنے بطور نمونہ (آدرش) رکھ لے۔ اس میں بھی کوئی بڑا ہرج نہیں۔ اگر اس کے سامنے اپنا دل یا اپنا سر بھی جھکا دے مگر بڑا ہرج اور تباہی ہو جاتی ہے۔ جب اسی کو اصلی دھرم سمجھ لیا جائے۔ لوگ پرمیشور کی جگہ اُن پر یقین نہیں لا سکتے۔ اور اس طرح مذہبی مکاری کی بنیاد پڑ جاتی ہے صرف دکھاوا رہ جاتا ہے۔ سچا وشواس اور پریم اُڑ جاتا ہے۔

ہندو قوم اس مذہبی مکاری میں غرق ہو چکی تھی۔ جب ہند میں اسلامی حملوں کی لہر چلنی شروع ہوئی۔ محمود غزنوی اور دوسرے حملہ آور مندروں کو گرانا اور مورتیوں کو توڑنا اپنا خاص فرض سمجھتے تھے۔ اگر ہندوؤں کے اندر

سچا یقین ہوتا تو ایک مندر پر حملہ کی خبر ساری قوم میں کھلبلی پیدا کر دیتی
مگر وہ وشواس ہوتا تو ـــــ

ایک سومناتھ کے حملہ کی مثال لیں، سومناتھ کے دیوتا کے لئے گجرات کے تمام راجپوت راجے ہزاروں لاکھوں روپیہ دیتے تھے۔ تازہ گنگا جل سے اشنان کرانے کے لئے ہزاروں آدمی نوکر تھے۔ ہر روز دیوتا کی خوشنودی کے لئے سینکڑوں ناچنے والی لڑکیاں ناچا کرتی تھیں۔ جو لوگ درشن کرنے کے لئے آتے تھے۔ وہ دیوتا کی شان وشوکت اور ٹھاٹھ باٹھ سے حیران رہ جاتے تھے۔ مگر برائی کی جڑ یہ تھی کہ دیوتا کی دھوم دھام ناچ کے سر پر تھی۔ نہ کہ لوگوں کے دلوں میں شردھا کے زیر اثر تھی ہوا کیا؟ جب محمود کے سپاہیوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کیا تو بجائے اس کے کہ راجپوت راجے دیوتا کے پاؤں میں کٹ کر مر جاتے دیوتا کو چھوڑ کر بھاگ پڑے۔ ایشور کا پریم جو انسان کو امر بنا دیتا ہے۔ وہاں موجود نہ تھا۔ ہندوؤں کے دل اس سے خالی تھے۔ اِس لئے قوم کی قوم کھوکھلی ہو چکی تھی۔ مسلمان حملہ آوروں کے ساتھ ساتھ جو مسلمان فقیر اور ولی ہند میں آئے۔ وہ وحدانیت کے رنگ میں مست تھے۔ اُن کی پریم بھری زندگی اور خدا پر وشواس نے مردہ ہندوؤں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ جیسا مسلمان حملہ آوروں کا تلوار سے مقابلہ کرنا دشوار تھا۔ ویسا ہی مسلمان فقیروں اور ولیوں کا مقابلہ مشکل تھا۔ آسانی تھی تو صرف یہ تھی کہ دونوں مشکلات کا علاج ایک تھا۔ جہاں بیرونی طور پر ہندو مسلمانوں کی تلواریں آپس میں ٹکراتی تھیں۔ وہاں باہر سے آئی ہوئی اور اندر کی مذہبی لہریں بھی آپس میں ٹکرائیں اِس سے رگڑ اور رگڑ سے طاقت پیدا ہوئی جس نے نانک کی آتما میں جنم لیا

نانک کے شریر میں اُسی طاقت نے نشوونما پائی جس نے مُردہ ہندوؤں کے لئے امرت کا کام کرنا تھا۔ نانک خود بھگتی اور مجسّم شردھا تھے۔ اِس لئے انہوں نے وُہ شردھا اور بھگتی لوگوں کے دِلوں میں پیدا کر دی۔ ان کی بچپن کی کہانی کہ کس طرح اُنہوں نے اپنا روپیہ سادھوؤں کو کھلا دیا۔ دھرم کے ساتھ پریم کی ایک لہر ظاہر کرتی ہے۔ جسے اُن کا باپ اچھی طرح سمجھ نہ سکا۔ اور اُن پر غصّہ کرتا رہا۔ گورو نانک کے ہردیہ سے نِکلی ہوئی پریم کی لہر تھی جس نے مُردہ ہندوؤں کے لئے امرت کی لہر کا کام دیا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ اگر گورو نانک یہ نئی لہر نہ چلاتے پنجاب میں ہندوؤں کا نام ونشان باقی رہ جاتا۔ اُس وقت تلوار کے زور سے اِسلام پھیلانے کا زمانہ نہ تھا۔ مگر ہندوؤں میں سے بھگتی اور پریم کا جذبہ رکھنے والے اور دُوسرے لوگ اِسلام کی طرف کھنچے جا رہے تھے۔ گورو صاحب نے اپنے ہاں ایک چشمہ پیدا کر دیا۔ جس سے پیاسے اپنی پیاس بجھا سکتے تھے اگر یہ چشمہ پیدا نہ ہوتا۔ تو مشرقی اضلاع کے راجپوت اور جاٹ بھی پنجاب کے سرحدی اِضلاع کی طرح مسلمان ہو گئے ہوتے۔

اُن کا لنگر پریم کا ایک ظاہری نشان تھا۔ جہاں جہاں اُن کے پرچار سے دھرم شالائیں قائم ہوئیں۔ وُہ نہ صرف اس وقت بلکہ اس زمانہ تک پریم اور بھگتی کا نمونہ چلی آتی ہیں۔ کوئی مُسافر کسی وقت ایک دھرم شالہ میں داخل ہو جائے۔ وُہ پُوجا کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اُسے انّ پانی اور آرام مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا جاتا۔

یورپ میں عیسائی مذہب کے گرجے ہر گاؤں اور شہر میں موجود ہیں اُنہیں وہ لوگ خدا کا گھر بتلاتے ہیں۔ امریکہ میں ایک بڑے پادری سے بات

کرتے کہا میں نے " بائبل تو یہ کہتی ہے کہ غریب آدمی ہی بہشت کے حقدار ہونگے بہشت خدا کا گھر ہے" لیکن اگر کوئی مسافر چرچ (گرجا) میں آتا ہے تو اُسے دھکّے دیکر باہر نکال دیا جاتا ہے معلوم نہیں ایسے وہ غریب مرنے کے بعد خدا کے اصلی گھر میں کس طرح داخل ہونگے ؛ وہ ہنس کر خاموش ہو رہا۔ گرجوں میں غریبوں کے بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں۔ مگر امیر لوگوں کے لئے خاص ریزرو کی ہوئی جگہیں رکھی جاتی ہیں۔ اس کے مقابلہ پر گورو نانک کے نام کی "دھرم شالائیں" سچ مچ ایشور کے گھر ہیں۔ جہاں غریب اور امیر جاکر برابر ہی رتبہ پاتے ہیں۔ سیوا اور پریم کا دھرم گورو نانک کے پرچار سے شروع ہوتا ہے۔ جو کام پچھلے گوروؤں کے زمانے میں تیغ نے کیا۔ وہی کام شروع کے زمانہ میں "دیگ" نے کیا۔

کوئی امیر یا غریب جب گورو کو ملنے کے لئے آتا تھا وہ پہلے "لنگر" میں سب لوگوں کے ساتھ بھوجن کر لیتا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے۔ کہ درشن کرنے سے پہلے وہ نہ صرف گوردوارہ کا اَنّ کھائے بلکہ اپنے دل میں سے بڑائی اور چھوٹائی کا، اونچی یا نیچی ذات سے تعلّق رکھنے کا خیال باہر نکال دے۔ اُنہیں بتا دیا جاتا تھا کہ جس طرح پرمیشور کے حضور میں سب انسان ایک ہی درجہ رکھتے ہیں۔ ویسے ہی "دھرم استھان" پر بھی اُن کے تفاوت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ مساوات کا اصول جڑ سے مضبوط کرنے کے لئے گورو نانک نے اپنے آپ کو نیچ اور حقیر ظاہر کیا عجیب سی بات ہے۔ کہ اگرچہ فلاسفی کے نقطۂ خیال سے وہ ویدانت کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ مگر سادھارن دھرم پرچار میں وہ اپنے لئے ہمیشہ خادم (داس) کا درجہ رکھتے رہے۔ یہی اُن کے بھگتی کے جذبہ کا سب سے بڑھ کر

ثبوت ہے۔ جس طرح ایک معمولی آدمی دُنیاوی عشق میں پھنس کر اپنے محبوب (پریتم) کے سامنے اپنے آپ کو فقیر سمجھتا ہے۔ اپنی ہستی کو اُس کے اندر ہی مٹا دینا چاہتا ہے تاکہ اُسے وصال کا لُطف کامل نصیب ہو جائے۔ اسی طرح گُرو نانک پرماتما کی بھگتی اور اس کے پریم میں ایک سچے عاشق کی طرح لین (محو) رہے۔

پریم کہو، بھگتی کہو یا عشق کہو۔ یہ سب ایک ہی آگ کے نام ہیں۔ گورو نانک نے بھگتی اور پریم کی وہ چنگاری پیدا کی۔ جس نے مُردہ ہندوؤں کی ٹھنڈی ہوئی ہڈیوں میں حرارت پیدا کر دی۔

مَیں نے یہ کہا ہے کہ اسلامی لہر کے ٹکرانے سے یہ نئی طاقت پیدا ہوئی کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ گورُو نانک ہند میں اسلام کے آنے کا نتیجہ تھے اور اُن پر مذہب اسلام کا اثر ہوا؟ گورُو صاحب پر اسلام کا اثر اسی طور پر ہوا۔ اور وہ اسلام کا نتیجہ بھی اُنہیں معنوں میں تھے۔ جیسے چتوڑ کا رانا سانگا اور اسکی بہادری بابر کے حملہ کا نتیجہ تھی۔ جیسے آجکل سوامی دیانند عیسائی مذہب کی لہر کا نتیجہ تھے۔ جیسے شِواجی اورنگ زیب کے اَنیائے کا نتیجہ تھے۔

ہر ایک نئے مذہب یا نئی مذہبی تحریک کا بانی اپنے خیالات اُس سوسائیٹی سے حاصل کرتا ہے جس میں وہ جنم لیتا ہے۔ اگرچہ عیسائی مذہب اور اسلام علیٰحدہ علیٰحدہ مذہب ہیں۔ مگر چونکہ ان کے بانیوں کی تعلیم اور تربیت یہودیوں کے درمیان ہوئی تھی۔ ان کے تمام مذہبی مسائل توریت سے لئے ہوئے ہیں۔ اور توریت بھی ان کی مقدّس کتاب ہے۔ عیسائی مذہب اور اسلام کے اصُولوں کی بُنیاد ہی نہیں رہتی۔ اگر توریت

ان کی بنیاد سے نکال دی جائے۔ اسی طرح گوبدھ مذہب بھی بالکل ایک
نئی مذہبی تحریک تھی۔ لیکن اس کے تمام مسائل اور تعلیم ہندو شاستروں
سے لی گئی تھی۔ گورونانک کا جنم ہندوؤں میں ہوا۔ ہندو سادھوؤں کے
ساتھ ان کی سنگت تھی۔ ان کے ساتھ اُن کا پریم تھا۔ اُن سے ہی
گورونانک نے خیالات جذب کئے تھے۔ اسلئے یہ نتیجہ درست ہے کہ خواہ انہوں
نے نئے مذہب کی بنیاد ڈالی یا ہندوؤں کے توہمات کو دور کر کے گہری
سچائیوں کو از سر نو زندہ کیا۔ مذہب اسلام کی تعلیم کا اُن پر براہ
راست کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہندوؤں میں دھرم کا تعلیمی پنجر موجود تھا
مگر وہ ہڈیوں کا پنجر تھا۔ اس میں کوئی زندگی نہ تھی۔ خالی گیان بغیر عمل کے
گہری خندق میں گرا دیتا ہے۔

گورونانک نے اپنے بھگتی کے بل سے مردہ دھرم میں زندگی ڈال کر اُسے
ایک نئی شکل دیدی۔
(لائل گزٹ لاہور کے گورنماشی نمبر ۱۹۳۲ء سے)

نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان ہے

(سکھ قوم کے فاضل اجل ترجمان سردار جودھ سنگھ جی ایم اے سابق پرنسپل
خالصہ کالج امرتسر کے قلم سے)

سب سے پرانی جنم ساکھی میں لکھا ہے کہ جب بابا نانک جی بیئیں
ندی میں غوطہ زن ہو کر تین دن بعد باہر تشریف لائے تو سب سے پہلے
آپ نے اپنا جملہ مال و متاع غریبوں اور مسکینوں کو لٹا دیا۔ اس کے
بعد آپ درویشوں کی مجلس میں جا شامل ہوئے۔ لیکن کسی سے کوئی کلام نہ

کیا۔ کامل ایک دن تہر سکوت نہ توڑی۔ دوسرے دن زبان کھولی تو یہ الفاظ نکلے۔ "نہ کوئی ہندو ہے نہ مسلمان ہے"

یہ الفاظ سننے والے دیوارِ حیرت بن گئے۔ اُنہوں نے نواب سے ماجرا بیان کیا کہ نانک فلاں بات کہتا ہے۔ نواب گورو جی کا دلی معتقد تھا۔ اس نے جواب دیا کہ بھائی آپ گورو نانک کے خیالات کی طرف نہ جائیں۔ وہ بندۂ ربّ ہے۔ لیکن باباجی کے یہ الفاظ قاضی کو نہ بھائے۔ اور لبیا۔ آتے بھی کیونکر؟ کیونکہ باباصاحب تمام اسرارِ روحانی کو پاچکے تھے۔

جو رہبران مذاہب دُنیا میں ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ صرف اپنے معتقدوں سے ہی واسطہ رکھتے ہیں۔ گورو نانک کے مذکورہ بالا الفاظ اندھے دنیاوی رہنماؤں کے لئے زبردست چیلنج تھے۔ اِن شبدوں کے معنی یہ ہیں کہ تمام اِنسان ایک ہی جنس سے ہیں۔ از روئے پیدائش نہ کوئی ہندو ہے اور نہ مسلمان۔ محض نام رکھ لینے سے انسان دھارمک نہیں بن سکتا۔ دھرم اور فعل سے اس کی حقیقت آشکارا ہوتی ہے۔ باباصاحب کے یہ شبد تنگدلی اور وسوسہ رکھنے والی فرقہ بندی کے شجر کی جڑوں کو کاٹنے والی کلہاڑی تھے۔ مذہب خون خرابہ کا ذریعہ تھا۔ چالاک انسانوں نے سیدھے سادھے لوگوں کو بھیڑوں کی مانند الگ الگ فرقوں کی رسیّوں میں باندھ رکھا تھا۔ اور وہ اپنا بھلا کرنے کی غرض سے ہمیشہ اسی فکر میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے کہ ان کے زیرِ اثر لوگ اِن ہی کے باڑے میں مقید رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ باہم مل کر صداقت کو پہچان لیں۔ اس لئے میل اور محبت کا وعظ کرنے کی جگہ نفاق اور دشمنی کو مستحکم بنانے کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ باباصاحب پنجاب کے اصل مرض کو پہچان گئے

ہے کہ پنجاب کیوں باقی دُنیا سے بڑھ کر جھگڑے کی آماجگاہ بنا ہُوا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے دھرم نفاق میں سمجھا ہُوا ہے۔ باباجی کے زمانہ میں پنجاب کا اس سے بھی بدتر حال تھا کہ قوت اور فعل جاہے کچھ ہی ہو۔ جس کسی کا نام ہندوانی ہوتا تھا ہندو اُسے اپنا سمجھتے تھے۔ اسی طرح ایک مُسلمان ایک بدکار مسلمان کو پابند مذہب اور مجسّم قربانی ہندو پر ترجیح دیتا تھا خلاصہ مطلب یہ کہ مذہب تو محبت واتحاد کی تعلیم دینے کی جگہ خون خرابہ کا ذریعہ بنا ہُوا تھا۔ جیساکہ وہ آجکل بھی بنا ہُوا ہے۔

صرف دو راستے۔ امرواقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ دُنیا میں صرف دو راستے ہیں۔ پریم قُربانی صداقت کا راستہ ہے۔ گورمکھوں کا راستہ خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ جسمانی خواہشیں۔ دل کی آرزوئیں اور خودغرضی کے پیچھے پڑے رہنا جسے لوگوں نے اپنا راستہ بنا لیا ہے۔ وہ دراصل... شیطان کا راستہ ہے۔ حیرت یہ ہے کہ انسان صرف محض ایک فریب نام رکھ کر ہی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ بس اب مقصد حل ہو گیا۔ اب تو یہ خیال ہے کہ ہم جس نبی رشی اور پیغمبر کے پیرو ہوتے ہیں ہمیں صرف وہی ہلاکت سے بچائے گا لیکن یہ خیال غلط ہے۔

مکّہ کے مذہبی پیشواؤں کو جواب۔ جب باباجی مکّہ پہنچے اور وہاں کے مذہبی پیشواؤں نے آپ سے دھرم کا راز دریافت کیا۔ یہ تذکرہ اس طرح ہے کہ ؎

پُچھن گل اجہان دی قاضی مُلّاں اکٹھے ہوئی۔ وڈّا ساکنگ ورتایا لکھ نہ سکّے قدرت کوئی

پُچھن کھول کتاب نوں ہندو وڈّا کہ مسلمانوئی۔ بابے آکھیا حاجیاں شبھ عملاں باجھو دوویں روئی

افعال کے مطابق فیصلہ۔ باباصاحب کا یہ مکمل سندیسہ تھا۔ کرنی ہُوا پردان

کیا ہندو کیا مسلمان "۔ لوگوں کے افعال کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جائیگا
نام چاہے کوئی سا رکھ لو۔ لیکن یہ کام نہیں آئے گا۔ اسی بات کے
سمجھنے سے ہمارے برائے نام دھارمک جو دراصل سارے ظاہری
ہیں "۔ جھگڑے دور کئے جا سکتے ہیں۔

دھڑے بندی دھرم نہیں۔ ناظرین! دھڑے بندی کوئی دھرم
نہیں۔ دھرم یہ ہے کہ راہ حق پر قربانی و ایثار کی زندگی بسر کرو۔
اور پیارے اکال پرکھ کی یاد کو دم بہ دم تازہ کرو۔ جب انسان
اس راز کو سمجھ جاتا ہے تو اسکی علیحدگی پسندی یعنی نفاق کا جذبہ مٹ جاتا
ہے۔ وہ انسانوں کی سیوا میں مسرت محسوس کرتا ہے۔ اور دوسروں
کی عظمت دیکھ کر نہ حسد کی آگ میں جلتا ہے اور نہ خار (کھار) کھاتا
ہے بلکہ خوش ہوتا ہے۔ اور دونوں وقت ہاتھ جوڑ کر سب کا بھلا چاہتا ہے

شری گورو نانک دیو جی کی کرامات

(سکھ ہسٹری کے فاضل ترین سکالر سردار کپور سنگھ ایم اے آئی سی ایس)

'جنم ساکھی' جس میں گورو نانک جی کی جیون کتھائیں درج ہیں۔
اور جس کے درست ہونے کے متعلق بھائی گورداس جی کی بانی کی اتھارٹی
موجود ہے۔ ہمیں بتاتی ہے کہ جب شری گورو نانک جی اپنی سیر و سیاحت
کے دوران ہمالیہ کی بلند و بالا چوٹیوں میں مسکن رکھنے والے ان یوگیوں
اور سدھوں سے ملے۔ جنہیں قوانین قدرت اور موت تک پر قابو
حاصل تھا۔ تو گورو جی سے کہا گیا کہ وہ ان سدھوں سے گفتگو کرنے کا

استحقاق جتانے کے لئے اپنی کرامات دکھلائیں۔ مسلمانوں عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ کے پرانے مذہبی لٹریچر کی رو سے کسی بھی اوتار یا پیغمبر سے مافوق الفطرت معجزات کا ظہور پذیر ہونا ہی اوتار ہونے کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ سکھ تاریخ کو گہری دلچسپی سے پڑھنے والے طلبا کو معلوم ہے کہ شاہ اورنگ زیب کا دہلی میں گورو تیغ بہادر جی کے لئے سیس کاٹنے کا حکم دینا بھی انہی جذبات کے زیر اثر تھا۔ کیونکہ گورو جی نے اسلامی بادشاہ اورنگ زیب کے سامنے خود کو ہندو قوم میں بھیجا گیا۔ پرماتما کا اوتار ظاہر کرنے کے لئے معجزہ دکھلانے سے انکار کر دیا تھا۔

جو گورو نانک نے ان سدھوں کو کہا۔ اسی طرح آپ کے نوویں جامے میں گورو تیغ بہادر نے بھی اورنگ زیب کو سادھارن جواب دیا جیسے کھائی گورداس جی نے یوں بیان کیا ہے :۔

"میرے پاس کوئی معجزہ نہیں سوائے اس کے سچے نام کے"

بالکل ویسے ہی گورو تیغ بہادر بادشاہ اورنگ زیب سے بولے۔ "پرماتما کا سیوک ہوتے ہوئے ہیں معجزات کہے جانے والے فریب دکھلانا پسند نہیں کرتا۔ مورخ یہ بھی بتاتے ہیں کہ گورو تیغ بہادر نے وعدہ کیا کہ جب ان کا سرتن سے جدا ہو جائیگا تو وہ ایک معجزہ دکھلائیں گے۔ کیا اورنگ زیب کو چشم بینا ملی تھی کہ وہ اس معجزے کو دیکھ سکے جو شری حضور کے سیس کاٹنے کے بعد ظہور میں آیا۔ اور کیا مخالف سدھوں نے پورے طور پر اس معجزے کا احساس کیا۔ جو گورو نانک اسوقت ہندوستان میں "ست کرتار" کا اپدیش دیکر انجام دے رہے تھے مورخ و تاریخ دان نے اس کے متعلق ٹھیک ٹھیک نہیں بتلایا۔ حقیقت میں

گورونانک نے واقعی ایک معجزہ دکھلایا۔ ایک اتنا عظیم کاسمک شعاعوں
کی طرح ظاہرہ معجزہ جس کے طفیل دو متصادم کلچر اور دھاریں ایک سنگم
پر ملیں گے۔ لیکن پوزیشن کے لحاظ سے زندگی کے نئے تصورات سے بھی
زیادہ انقلاب آفریں اس معجزہ کی نوعیت جاننے سے ہی دنیا کی تاریخ
میں کلچرل انقلاب لانے والے اور ہندو قوم کی کایا پلٹ دینے والے سکھ
مذہب کی صحیح ماہیت کو سمجھا جا سکتا تھا۔

جسقدر زمانہ سلف کی جانب ہسٹریاں ہماری رہنمائی کر سکیں۔ ہندو
قوم کی پرانی کلچرل تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں دو طوفانوں دو کلچرل
تحریکوں اور دھاراؤں کا پتہ چلتا ہے جو بعض اوقات شانہ بشانہ چلتے
ہیں اور اکثر ایک دوسرے پر چھا جانے اور دوسرے سے فوقیت اور برتری
حاصل کرنے کی جدوجہد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن ان دونوں کلچرل
طوفانوں میں تمیز کرنے کے لئے آریہ اور دراوڑ پکارنا سطحی سا معلوم
ہوتا ہے۔ زیادہ بہتر تفصیل کے طور پر یہ دونوں کلچر ویدک اور اُپنشدک
یا براہمنک اور شرمنک کہے جا سکتے ہیں۔ یہاں دونوں کلچروں کا
موازنہ یا تجزیہ کرنا ہمارا مقصد نہیں۔ ہندو تاریخ کے پڑھنے والے
کو ان کے تضاد کا علم ہے۔ ویدک کلچر اور "اپنشدک" میں اس قدر فرق
ہے کہ جہاں اوّل الذکر محدود و عقائد کا پرچار کرتا ہے۔
وہاں موخر الذکر اندرونی صفائی اور سادھنا پر زور دیتا ہے
ویدک کلچر قدیم الخیال اور پابند (عقیدہ) ہے۔ جو ذات پات
کی حمایت کرتا اور اپنے گرد ایک ایسی حصار بناتا ہے جس میں اس کے
پیروکاروں کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ جبکہ اُپنشدک کلچر تبلیغی اور

مساواتی ہے۔ اور ویدک کلچر ہمیشہ سنسکرت پر صحیح تہذیبی علم کے طور پر انحصار رکھتا ہے۔ جبکہ اپنشدک کلچر عقلانی تعلیم کے پرچار کے لئے ورنیکلر بھاشاؤں اور پراکرتوں کو ذریعہ بنانے کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ صرف ان دونوں کلچروں کے امتیاز اور فرق کے متعلق چند معمولی باتیں ہیں میری دانست میں ہندو قوم کی کلچرل ہسٹری کا اس نقطۂ نگاہ سے مطالعہ کرنا قاری کے لئے نہایت دلچسپی کا باعث ہوگا۔

ہمارے قدیمی لٹریچر میں ان دو کلچروں کے متعلق کافی دلچسپ جاذب مصالحہ موجود ہے۔ پرانی تاریخ کے اوراق الٹتے ہوئے بدھ مت کے ذکر میں ہم دیکھتے ہیں کہ گوتم بدھ لازمی طور پر اپنشدک کلچر کے علمبردار تھے اس طرح بدھ ازم مستقل طور پر ہندوستانی تہذیب کے دو سطحی تصورات میں سے ایک کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس تحریک کی جھلک گوتم بدھ کے سارناتھ میں دئے اس مشہور اپدیش میں پائی جاتی ہے۔ جہاں اولین تاریخی سچائیاں ظاہر ہوئی ہیں۔ گوتم نے پرماتما اور کاسمک مسائل کے متعلق پرانے خیالات کی تکذیب کی۔ اس میں صرف ذاتی صحیح جیون بنانے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

یہ پورے طور پر روح کی تصدیق نہیں کرسکتا۔ نیز بدھ ازم میں یقین رکھنے والے ہندوستانی ماہرین فزیالوجی کا مقام وہیں تھا۔ جہاں جدید مغربی عالم ارواح کھڑے ہیں۔ جنہوں نے اندرونی قوت خیال جما کر سنسنی خیز شعبدات دکھلانا ہی کمال سمجھ لیا ہے۔

ناگ سینا اپنے مشہور "ملندا پاناہ" میں بادشاہ ملندا کی بابت لکھتا ہے کہ جس کار میں وہ سفر کرتا تھا۔ واقعی موٹر کار نہ تھی بلکہ کار تو لفظ اس کیلئے

ایک لفظ ہے۔ اصل میں وہ روح تھی۔ ذاتی تمدن اور سادھنا کا یہ کلچر ترقی پذیر ہوتا ہوا برہمن ازم میں گھل مل گیا۔ جو جدید ہندو ازم یا برہمن مت کا ہندوستان کے عمل پر تقریباً ایک ہزار سال تک غلبہ رہا۔ اور اس کا دور دورہ اس وقت تک رہا۔ جب تک اس کی اندرونی خرابیوں نے اسے تباہی کے دروازہ پر لا کر کھڑا کر دیا۔ یہ اسوقت ہوا۔ جب ہندوستان میں اسلامی تحریک کا ظہور ہو رہا تھا۔ بہت عرصہ تک ہندوستان کی دونوں پرانی تہذیبیں ہندو اور بدھ ایک دوسرے کے بعد چلتی رہیں۔ اور جب ایک میں کچھ کمزوری آجاتی تو دوسری اسکی جگہ حاصل کر لیتی تھی۔ مگر اسلامی تحریک ان دونوں پرانی تحریکوں سے بنیادی طور پر مختلف تھی۔ عین موقعہ پر جبکہ اسلامی تحریک اثر پذیر ہو رہی تھی گورو نانک دیوجی ایک نیا معجزہ دکھلانے کیلئے اس دنیا میں آئے۔ برہمن مت کی گراوٹ کی ایک وجہ طاقت کے استعمال کی کمزوری تھی۔ اور دوسری ہندوؤں کو نئے طریقے سکھلانے کی کوتاہی تھی جس نے ہندوؤں کو بے ہتھیار بنا کر تباہی کے دروازے تک پہنچا دیا۔ جس طرح کہ پرانے وقتوں میں ہوتا رہا۔ کہ برہمن مت کی گراوٹ اور کمزوری کی وجہ اس کی جگہ ایک نئے "اپنشد کال نے لیا" جیسا کہ بھگتی تحریک جو کہ ایک خاص منزل تک پہنچ چکی تھی۔ اور جو پرانے تمدن کو دہرا رہی تھی۔ مگر اسی موقعہ پر اسلامی تحریک کی شکل میں ایک نیا جذبہ ہندوستان میں آیا اور جس کا ہندو قوم کے پاس کوئی مناسب جواب نہ تھا جیسے کہ وہ پرانے حملہ آوروں کو دیتی رہی تھی۔ یہ اسلام کے جہاد کا جذبہ تھا جو کہ پوری طرح مستحکم تھا۔ کیونکہ اس میں ایک ایسا جنونی یقین تھا کہ مسلمانوں کو دنیا کے تمام انسانوں پر سبقت ملے گی۔ یہ جذبہ کوئی نئی ایجاد نہ تھی۔ ایسے خیالات عقیدہ کی قبروں پر لگے ہوئے تھے۔ اس میں ایک اقرار تھا کہ جو مسلمان

کافروں کے خلاف جہاد کریں گے۔ خدا کے دربار میں ان کو فضیلت ملے گی۔ ایسا یقین قرآن میں بھی دلایا گیا ہے۔

اسلامی تہذیب کی اس ٹکر سے پہلے ہی ہندوستان کی دونوں پرانی تہذیبیں اپنے تباہی کے نشان کو دیکھ رہی تھی۔ ان کو دبایا یا کچلا نہیں گیا۔ بلکہ ان کو پوری شان و شوکت اور جلال کے موقعہ پر سورج مکھی کے پھول کی طرح ایک ہی وار میں ختم کر دیا گیا۔ ٹیکسلا اور نالندہ کے کھنڈرات اس شان و شوکت اور تباہی کی نمایاں مثالیں ہیں۔ اس وقت جب ہندو قوم تباہی کے گڑھے میں گرتی جا رہی تھی۔ تو گورو نانک دیو جی نے اس کو اس تباہی سے بچا کر ایک نئی زندگی دی۔ جسکی قدر تاریخ کے مطالعہ کرنے والوں میں بہت کم ہے۔ گورو نانک دیو جی نے اپنی نئی تحریک بڑے سیدھے اور عاجزانہ طریقوں سے شروع کی۔ عام طور پر یہ ایک مذہبی سدھار کی تحریک نظر آتی تھی۔ مگر درحقیقت ایک بڑا بھاری انقلاب تھا۔ جس نے ہندوستان کی دونوں پرانی تہذیبوں کو ملا کر خالصہ قوم کی شکل دیکر پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ معجزہ ان لوگوں کو جو اسے اصلی شکل میں دیکھنے کی طاقت رکھتے تھے۔ لگاتار حیرانگی کا باعث بنا رہا۔ یہ تحریک کہاں تک کامیاب ہوئی۔ ہندوستان کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے صاف طور پر دیکھ سکتے ہیں۔

اسلامی جہاد کے اس بڑے سیلاب کو گورو نانک دیو جی نے جس کامیابی سے روکا۔ اس کی قدر وہ لوگ ہی جانتے ہیں جو اسکو دیکھنے کا خاص نظریہ رکھتے ہیں۔ گورو نانک دیو جی نے ہندوؤں کی اس وقت کی مشکلات کا جائزہ لیکر صحیح تشخیص کرتے ہوئے ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا راستہ بتلایا۔ گورو نانک دیو جی نے اپنی تحریک کا انسانی زندگی کے اقتصادی

سماجی اور روحانی پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے پرچار کیا۔ انھوں نے اپنی تعلیم کا صاف لفظوں میں ہمارے سامنے خلاصہ پیش کیا۔ ہندوؤں اور تمام انسانیت کے لئے ان کا ایک ہی پیغام تھا جو انہوں نے بار بار دہرایا وہ پیغام تھا "کرت کرو۔ ونڈ چھکو۔ نام جپو" مطلب اپنی روزی ایمانداری سے کماؤ۔ اپنی دولت کو اپنے پاس ہی نہ رکھو۔ بلکہ ضرورت مندوں کی مدد کرو۔ اور پرماتما کے سچے نام کی عبادت کرو۔ پہلے دو اصول انسان کی اقتصادی اور سماجی مشکلات کا حل پیش کرتے ہیں۔ یہ ایک معجزہ تھا جو گورو نانک دیو جی نے دکھلایا جسکی اصلیت ابھی تک پوشیدہ ہے۔

گورو بابے کا جیون پروگرام

(بھائی صاحب ڈاکٹر شیر سنگھ جی ایم ایس سی پی ایچ ڈی کشمیر)

پانچ عناصر کے الوکک (عجیب و غریب) میل (ملاپ) سے دنیا میں بے شمار جونوں میں بے شمار جاندار شریر دھارن کرتے ہیں۔ کسی کی زندگی آنکھ جھپکنے کے پھیر تک ہوتی ہے۔ کوئی ایک سیکنڈ زندہ رہتا ہے۔ کوئی ایک منٹ، کوئی ایک گھنٹہ، کوئی پہر، کوئی دن مہینہ یا سال تک زندگی پاتا ہے۔ غرضیکہ قدرت سے ملی ایک خاص معیاد گزارنے کے بعد دھارن ہوئے جسم (وجود) کا فنا آشنا ہونا ضروری عمل ہے۔ جسم سے یہ سمادا تھوڑا بہت تعلق جیون (زندگی) کہلاتا ہے۔ یہ ایک معیاد ہے جو ہمیں ایک جونی میں ایک جیون کے لئے ملتی ہے۔

انسانی جامہ میں انیک (بے شمار) پرش جیون کی یہ دات (بخشش)

پاکر آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا اپنے اپنے وقت میں آتے ہیں اور اپنی معیاد گزار چکنے پر اپنے ساتھ جسم کو بھی لے جاتے ہیں (موت کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ بچپن جوانی یا بڑھاپے میں کسی وقت آسکتی ہے کوشاں)

ذرا سوچو! کتنے بچپن ایسے ہیں جنہیں اور لوگ بھی یاد کرتے ہیں۔ کتنی ہی ایسی جوانیاں ہیں۔ جو حیوانیت میں بیت جاتی ہیں اور لعد میں اُن جوانیوں کو (جو اپنے اوج پر مغرور رہتے ہوئے جوانی بخشنے والے داتا کو بھی کچھ نہ سمجھتی تھیں) ایک پل بھر بھی کوئی یاد نہیں رکھتا۔ لبعض ایسی دہشت پرور جوانیوں کا لوگ ذکر کرتے بھی شرماتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے بڑھاپے ہیں جنہیں لوگ بے وقوف کہہ کہہ کر، دھکے مار مار کر اور رُلا رُلا کر ختم کر دیتے ہیں!

وُہ تامسک (طمع آشنا) آگ جو زندگی بھر ابھر ابھر کر شعلے اٹھاتی رہی تھی بڑھاپے میں پہنچکر اپنے آپ کو جلانے لگ جاتی ہے۔

ایسے بچپن جوانیاں اور بڑھاپے کتنے ہی آئے اور بیت گئے۔ آگے کو بھی بے انت آئیں گے اور چلے جائیں گے!

مگر اس جہان میں ایک نُورانی آتمانے ایک ایسا جسم بھی دھارن کیا تھا جس کے بچپن، شباب اور بڑھاپے کو نہ صرف یاد ہی رکھا جائے گا بلکہ زندگی کی اس راہ پر چلنے والوں کو وُہ تین ہی اوستھاؤں (عمروں) کے جسموں کی یاد کو قائم رکھتے ہوئے لگاتار پُشتوں تک مینارِ روشنی کا کام دیتا رہے گا۔

یہ ادھبُت (نرالا) پانچ تتوں (عناصر) کا میل (مرکب) میرے نرنکاری بابا جی کا تھا۔ اُن کے اندر کی غیبی طاقت والے نے اس جسم سے

کیا کام لیا ہے؟ اُن کے مبارک و مسعود جنم دِن کی خوشی منانے والوں کا یہ فرض ہے کہ وُہ اسکی حقیقت تک پُہنچیں، اُنہوں نے اس شریر (جسم) سے جیون سنگرام میں کسطرح کام لیا ہے؟ کس طرح اپنے اطوار و انداز بدلے۔ یہ جاننا اُس کے نام لیواؤں کا فرض ہے۔

اُنہوں نے اس جسم کو ولیوہار (میل برتاؤ) میں اور سماجی سیاسی دھارمک اُلجھنوں کو سُلجھانے کے لئے کس طرح برتا؟ یہ سب باتیں اُن کی یاد منانے کے دن یاد کرنا۔ اُن پر غور و فکر کرنا سب گورو سِکھی عقیدتمندوں کا ہے

آج کے دِن بچّوں کو اُن کے بچپن کی کہانیوں پر سوچ وچار کرنی چاہیے۔ بچّوں کے والدین کو چاہیئے۔ کہ اپنے لڑکے لڑکیوں کو بابا جی کی زندگی کے اُس حصّے سے آشنا کریں جسے اُن کا "بال پن" کہا جاتا ہے

اُن کے مسلک ان کی بانی کی کتھا۔ اُن کی بڑی عمر کے کارنا موں سے کیا لابھ (فائدہ) پہنچ سکتا ہے: بچوں کو گورو بابے کا بچپن ایک بالک کی حیثیت سے بتاؤ۔ اس طرح نہ سُناؤ کہ سُننے والے بچّے اُسے سچّا ماننے سے سر پھیر لیں۔ گورو بابے کا "بال پن" سنہ ۱۹۲۶ بکرمی جنم سے لیکر سمت ۱۹۴۱ بکرمی میں سلطانپور جانے تک پندرہ سال کی عُمر تک تھا۔ گورُو صاحب کی جنم ساکھی سے کھوج کرکے پہلی اوستھا (عُمر) کا حال سناؤ۔ ہم عمر کی باتیں ہم عُمر بچوں کو ضرور پیاری لگتی ہیں۔ وُہ ان سے مناسب سِکھشا لے سکتے ہیں ـــ

اِس سے بعد گورُو جی کا آغاز جوانی شروع ہوتا ہے۔ یہ بھی لگ بھگ پندرہ سال کا دوَر بنتا ہے۔

چڑھتی جوانی میں پہنچے والے لڑکوں کو اس عہد کے واقعات سے روشنی لینی چاہیئے۔ ہمارا نشانہ یہ ہونا چاہیئے کہ اُن کی مثال سے ہم کوئی

رہبری حاصل کریں۔
ان کی شادی ہوئی۔ سلطان پور میں کمائی کرتے رہے۔ دان بھی کیا۔ جن سے واسطہ پڑا۔ انہیں سچائی پر مائل کرتے سے بھی غافل نہ رہے۔ یہ عہد ان کی "ادار ہیاں" شروع ہونے تک کا زمانہ ہے۔ جوانی عروج پر ہے۔ جوانی کا اُتار بھی اس بابے کی زندگی میں داخل ہے۔ سمت ۱۹۵۸ میں پہلی اداسی شروع ہوئی۔ اور سمت ۱۵۸۵/۸۶ میں ترجیحاً کرتار پور میں قیام فرما ہوئے۔ یہ پہلا چھبیس سال کا دور ان کی زندگی میں سرگرم خدمت اور فلاح خلائق کا دور تھا جو انہوں نے فیلڈ میں گزارا۔ یہ ۲۵ سال انہوں نے خاص طور پر سچی سرکار کی نوکری میں گزار دیئے۔
انہیں سچی سرکار کی مخلوق پر ترس کھا کر لوگوں کو بھرم (وہم) اور اگیان (جہالت) کی فوجوں کی لتاڑ میں آنے سے بچایا۔ اسطرح انہوں نے چھبیس سال تک اپنے بھائیوں کی سیوا کی۔
میرے جیسے سُست اور کمزور جوان انتظار کر رہے ہیں کہ مناسب وقت آجائے۔ حالات موافق ہو جائیں۔ بعض اصحاب کمیٹیوں سے سہائیتا (امداد) کی آس رکھتے ہیں۔ پنتھ کی طرف سے سرپرستی کے آرزومند ہیں۔ جتھے بند ہو کر کام کرنے کی تمنا ہے تو سبھا سوسائٹیوں کے سہارے پر۔ اور پردھان یا سیکریٹری بنکر ہی سیوا کرنے کی چاہ ہے۔ سمجھتے ہیں کہ اسی طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔

یہ سب کم ہمتی کی باتیں ہیں۔ میرے اور میرے بھائیوں کی "من حرامی حجتاں ڈھیر" کی تصویروں میں دکھائی دیتی ہے۔ یہ حجتیں ختم نہ ہونگی اور جوانی کا سورج ڈھل جائے گا۔ اس تے پھر کبھی طلوع نہیں ہونا۔

آخر زندگی موت کے منہ میں چلی جائیگی۔

میرے بھائی ذرا گورو بابے کے جیون پروگرام" پر توجہ دیں، کونسی کمیٹی نے اُن کی سہائیتا کی تھی؟ کس سبھا یا دیوان کے وہ جیتھے دار تھے؟ اپنے پرچار کے لئے اُنہوں نے کونسا پریس یا پلیٹ فارم ڈھونڈا؟ آج زمانہ پلیٹ فارم اور پریس کا ہے۔ یہ رہے یا نہ رہے! مگر کوئی ایک شخص تو ایسا نکلے جس نے "گورو بابے" کی طرح پھیری پا کر (اپنے جیون کو شُدھ رکھتے ہوئے) سفر کی صعوبتیں برداشت کی ہوں۔ چار لمبی یاتراؤں میں اُنہوں نے وہ پرچار کیا جو بڑے سے بڑا پریس یا پلیٹ فارم آج تک نہیں کر سکا۔ اِن اُداسیوں میں بھی وہ اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے بے تعلق نہ رہے تھے۔

سمت ۱۵۷۲ میں اُنہوں نے دریائے راوی کے کنارے کرتارپور بسایا اس سمت سے آگے سمت ۱۵۹۶ تک (آخری جھانکی تک) وہ وہاں قیام پذیر رہے۔

وُہ موجودہ دور کے پنتھ پریمی اور دیش بھگت اصحاب کی طرح ایسے رہنما نہ تھے کہ گھر بار کو پھونک کر ننگے ملنگ ہو کر لوگوں کے سروں پر اپنا بوجھ ڈالتے۔

زمین بنائی۔ وِہار کرتے رہے۔ گاؤں آباد کیا۔ اس سے بڑھ کر کوئی گرہستی آدمی اور کتنا کامیاب ہو سکتا ہے؟

یہ گاؤں اُنہوں نے کب بسایا؟ اُس عمر میں جسے ہم "بڑھاپے" کا نام دیتے ہیں۔ زندگی کے پچھلے ۱۵/۱۸ سال اُنہوں نے اپنی نئی کالونی میں گزارے ہمارے دیش میں کتنے بُوڑھے بابے ہیں جو اپنی عمر کے آخری حصّہ میں

میں "گورو بابے" جیسی ہمت کے ساتھ گاؤں آباد کر سکیں ؟

یہ ہے سبق جو بوڑھوں ۵۵ سال کی عمر میں ریٹائر ہو گئے اصحاب کو گورو صاحب کے بے مثال جیون سے لینا چاہیئے۔

آؤ۔ آج اپنی عمر کے مطابق "گورو بابے" کو اپنا ہم عمر سمجھ کر اس کی زندگی کو اپنے لئے ایک نمونہ بنائیں +

(فتح لاہور کے ستگور نمبر ۱۹۷۱ء سے)
(پنجابی سے آزاد ترجمہ)

"ہمارے آد (پہلے) ستگورو"

(از ڈاکٹر موہن سنگھ صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔ ڈی لٹ)

گورو نانک ہمارے بہت ہی پیارے ستگورو ہیں۔ ان کا پوتر نام لیتے ہی ہماری نظروں کے سامنے ایک ایسی عظیم شخصیت کی مورتی جاگتی جوت بنکر آجاتی ہے جس میں سے دھرم، پیار، ہمدردی، بزرگی اور غریب نوازی کی نوری کرنیں پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہیں۔ دنیا میں آپ پندرھویں صدی کے اخیر میں آئے اور سولھویں صدی میں جبکہ آپکی جوانی کا ابھی آغاز ہی ہوا تھا۔ آپ اصلی انسانیت کے پرچار کیلئے گھر سے نکل پڑے ستگورو نے کہا (لوگوں کو بتایا) کہ انسانیت سب قیدوں (بندھنوں) سے بالاتر ہے اور انسان دنیا کا سردار بھی بن سکتا ہے۔ اگر وہ سب کے ساتھ انصاف کرے۔ وہ ابھی تک ویسے کا ویسا ہی نیا نویلا ہے یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر گورو صاحب کے کہنے کے مطابق سوسائیٹی (سماج) کی تنظیم (بناوٹ) کی جائے تو اس میں کسی قسم کا فرق نہ

الا فاصلہ نہ رہیگا۔ اور وہ سب فرقہ بندیاں جنہوں نے انسانی بھائی چارے کو آپس میں لڑا کر گروہوں میں بانٹ رکھا ہے یکدم دُور ہو جائیں سِکھ سماج جس کی بنیاد گورو نانک نے رکھی تھی ۔ وہ اِس لئے وجود میں نہیں لایا گیا تھا کہ ایک وقت گزر جانے پر یہ ایک علیحدہ فرقہ سا بن جائے بلکہ اسکی سا جنا (بناوٹ) کا اصل مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی اخوت پیدا کی جائے جس کے دائرے میں انسان۔ اِنسان کی حیثیت سے مِل کر رہ سکیں ۔ اور وہ دیواریں جو رنگ نسل یا مختلف قسم کے رہن سہن کے سبب محبت کی راہ میں حائل ہیں خودہی مسمار ہو جائیں ـــ آپ کا پیار سندیسہ صرف پنجاب کے باشندوں ہی کے لئے نہ تھا بلکہ گورو نانک صاحب تو سارے ہندوستان ۔ لنکا ۔ افغانستان ۔ ایران عراق ۔ عرب اور فلسطین وغیرہ دُور کے دیسوں میں بھی اپنا پیغام پہنچانے کے لئے گئے تھے ۔ اس لئے کہ اُن کا سندیسہ ساری دُنیا کے لئے تھا ۔

ذرا دھیان دیکر دیکھو۔ تمہیں صاف نظر آجائے گا کہ گورو نانک ہی ایسے پہلے مہاپُرش ہیں جنہوں نے ہندو اور مسلمان تہذیبوں کو اپنے آپ میں سمو کر ایک عالمگیر سماج کا خیال پہلی دفعہ دُنیا کے سامنے رکھا ۔ اور سب کو "ہم سبھاں کے ساجن" کی ترغیب دیتے ہوئے ایکتا کا ناد بجایا۔ یہ بات بھی صحیح ہے کہ آپ سے کچھ وقت پہلے کبیر جی چیتن مہاپرکھ اور اُن جیسے کچھ اور سنتوں (درویشوں) نے بھی مساوات کا پرچار کیا تھا ۔ مگر وہ پرچار ایک عالمگیر برادری کی تشکیل کے لئے تڑپ کا مظہر نہ تھا ـــ گورو نانک صاحب نے اپنے پرچار کو عملی رُوپ میں لاکر دکھایا ۔ جہاں بھی گئے دھرم شالہ بنوا کر سانجھی سنگت لگانے کا طریقہ چلایا ۔

ایسا کرنے سے وہ لوگ جو صدیوں سے بے انصافی کا شکار ہوتے چلے آ رہے تھے اور جنہیں نیچ سمجھ کر اونچی ذات کے ممبر اپنے نزدیک تک نہ پھٹکنے دیتے تھے اُن میں پہلے خود داری کا جذبہ جگایا گیا۔ پھر اُن کے دلوں میں ایسا حوصلہ پیدا کیا گیا جس نے ساری دُنیا کو حیران کر دیا۔ اسطرح سکھ دھرم کی سنھاپنا (قائمی) اُس وقت کی سب سے بڑی (اہم) ضرورت کی تکمیل تھی۔ یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اگر سِکھ اپنے آپ کو ایک فرقہ سا بنا کر محصور نہ ہو جاتے۔ اور اگر وہ گورو نانک صاحب اور اُن کے جانشین گوروؤں کے حکم و ہدایت کی پیروی کرتے تو آج تک دُنیا کا ایک بہت بڑا حصہ "سِکھ سماج" کا ممبر بن گیا ہوتا۔

افسوس تو اس بات پر ہے کہ سِکھی پرچار غلط طریقہ سے کیا گیا۔ ہم اُس راہ سے بہت دُور چلے گئے ہیں جس پر چلنے کی تاکید گورو نانک دیو جی نے کی تھی۔

ہم نے اوروں کے اختلافات تو کیا دُور کرنے تھے خود ہی کئی گھیرے بنا کر بیٹھ گئے ہیں۔ اور وہ دھرم جس کے آغاز کو ابھی صرف پانچسو سال ہی ہوئے ہیں، پارٹیوں میں پارٹیاں بنا کر بٹ گئے ہیں اور سِکھوں کا ایک چھوٹا سا فرقہ ہی بن گیا ہے۔ ہماری یہ حالت کیوں ہوئی ہے؟ صرف اِس لئے کہ ہم گورو صاحبان کے بلند نشانے کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنی سادھارن غرضوں کے لئے ایک دوسرے کے خلاف صف بندی کرنے سے بھی نہیں جھجکتے۔ پریم بھری سانجھ کا عملی صورت میں پرچار کرنا سِکھی کا اصل نشانہ تھا۔ مگر آج جبکہ ہم سِکھ کہلانے کی بجائے جاٹ ۔ براہمن ۔ رام گڑھیئے اور ٹانک کھتری وغیرہ کہلاتے

میں زیادہ فخر سمجھتے ہیں۔ اور جب سکھ ہوتے بھی جنم ذات سے متعلق گوت اپنانے میں شرم محسوس نہیں کرتے تو دنیا میں سانجھا بھائی چارہ قائم کرنے کی توفیق ہمیں کِس طرح مِل سکتی ہے۔

گورو نانک دیو جی بہت ہی بڑے ہیں مگر کتنا افسوس ہے کہ اُن کی عظمت کو گھٹانے کا پاپ ہمارے سر پر ہے! ہمارے دھرم اور ہماری تہذیب کا اندازہ لوگوں نے ہماری موجودہ حالت سے ہی لگانا ہے۔ جس حالت میں ہم آپ ہی گورو نانک جی کے سیدھے راستے سے کوسوں دور چلے گئے ہیں ہمارے توسّل سے کسی اور کا اُس راستہ پر لایا جانا ایک کتنا عجیب خیال ہے، ہم کمزوروں کی رکھشا کے لئے وجود میں لائے گئے تھے اور اتّہاس گواہی دیتا ہے کہ ہمارے قابلِ تعظیم بزرگوں نے اپنی جانیں قربان کرکے اپنے اس فرضِ عظیم کو نبھایا تھا۔ جبتک ہمیں اُس فرض کا احساس رہا۔ سکھی کی شان سورج کی مانند چمکتی رہی۔ مگر جب ہم اس کی طرف سے غافل ہو گئے شان کا یہ سورج بھی ڈھلنے لگ گیا۔

اِس جُگ کی سب سے بڑی ضرورت یہی نہیں کہ گورو نانک صاحب کے بارے میں اچھے اچھے لمبے مضمون لکھے جائیں بلکہ صحیح اظہارِ عقیدت کے ثبوت میں ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ پہلے اُس "عالمگیر سماج" کو پنجاب میں اور پھر اُس سے باہر عملی شکل دی جائے۔ جس کی خاطر گورو صاحب نے عمر بھر انتھک کوشش کرکے سینکڑوں مصیبتیں خود قبول کی تھیں۔ میرے پیارے بھائیو! تمہیں سنسار میں اجالا پھیلانے کے لئے "مینارِ روشنی" بنایا گیا تھا۔ اگر تم اپنی جوت جاگتی نہ رکھو گے۔ تو اوروں کو نورانی راہ کیونکر دکھا سکو گے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ دُنیا سکھی جیسے رُوح افزا بھائی چارے کے لئے ترس رہی ہے اور اس کے لئے تڑپ ہر جگہ موجود ہے۔ کاش کہ سکھ اپنی عظمت کا اندازہ لگائیں۔ اور دلی لگن سے گورو صاحب کے مشن کو اپنے جوش عمل سے اُجاگر کریں۔

(فتح لاہور کے سنگو رنمبر ۱۹۷۱ء کے پنجابی مضمون کا آزاد ترجمہ)

گورو نانک کا جُگ آئے گا!

(سکھ دھرم تمام بندھنوں اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر تمام دُنیا میں پھیل جائیگا)

(سورگیہ سردار امر سنگھ جی شیر پنجاب کا محققانہ اور عالمانہ مضمون)

ہندوؤں نے اگرچہ فلسفہ جوتش اور سائنس وغیرہ علوم میں بہت ترقی کی لیکن وہ عملی زندگی کے فلسفہ سے ہمیشہ بے بہرہ رہے۔ مولانا روم نے فرمایا ہے؛

ع خشت اول چوں نہد معمار کج — تا ثریا میرود دیوار کج

یعنی بنیادی یا پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھ دی جائے تو آسمان تک دیوار ٹیڑھی ہی چلی جائیگی۔ ہندو دھرم کی بنیاد وید پر ہے اور وید ہی ایسے دھرم پُستک ہیں جن میں ورن آشرم یا انسانی سوسائیٹی کے درجے قائم کئے گئے ہیں۔ برہمن، کھشتری، ویش، شودر کے امتیازات اور تفریق سب سے پہلے وید نے پیدا کی۔ اگرچہ آریہ اور دیگر تعلیم یافتہ ہندو جماعتیں اس تقسیم یا تفریق کے حق میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ تقسیم وید نے جنم سے نہیں بلکہ کرم سے قائم کی ہے۔ سناتن دھرمی یعنی ہندوؤں کا غالب حصّہ اس دعوے کو تسلیم نہیں کرتا اور ان کا عقیدہ ہے کہ وید نے بھی ورنوں کی تفریق جنم سے

کی ہے۔ ورات پُرش کے مُنہ سے برہمن۔ بازوؤں سے کھشتری۔ پیٹ سے ویش اور پاؤں سے شودر پیدا ہوئے یعنی پرماتما نے وید کے بیان کے مطابق افر ائیشِ عالم سے ہی چاروں پیدا کئے۔ کئی لوگ برہمن ہی پیدا ہوئے۔ کئی کھشتری۔ کئی دیش اور کئی بدنصیب شودر۔ یہ نہیں لکھا کہ یہ انتیج یا چنڈال ورات پُرش کے کس عضو سے پیدا ہوئے۔ لیکن اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے۔ کہ ورن وبار نے جنم انوسار بنائے تو بھی اس افسوسناک تفریق اور تقسیم کی بنیاد تو وید نے ہی رکھی۔ انسانی سوسائٹی میں چھوٹے بڑے اور اونچ نیچ کے امتیاز کا خیال تو وید نے پیدا کیا۔ اور لعبازاں لوگوں نے اسی تقسیم کو جنم انوسار بنالیا۔ جس غریب کو وید نے خدمت کرنے کے لئے شودر بنایا۔ اس کی اولاد بھی شودر بن گئی۔ اور اب تک شودر رہی ہے۔ قصّہ کوتاہ ہندوؤں کے معاشرتی فلسفہ کی پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھ دی گئی۔ اور اب دیوار اگرچہ آسمان تک پہنچ گئی ہے۔ مگر وہ کجی یا ٹیڑھاپن اس میں سے نہیں گیا۔ بلکہ نمایاں طور پر موجود ہے۔ ہندو قوم کی تمام مُصیبتوں۔ تمام دُکھوں۔ غلامی اور کمزوریوں کی تہ میں پہلی تقسیم کارفرما ہے۔ اس نے تمام ہندوؤں کو باہمی ہمدردی ومحبّت سے محروم رکھا۔ اگر باقی ممالک کے باشندوں یا مذاہب کے پیروؤں کی طرح ہندو بھی ایک قوم ہوتے۔ تو کوئی بیرونی حملہ آور ہندوستان میں کامیاب نہ ہوتا۔ نہ ہندوستان سا عظیم مُلک افغانوں۔ ایرانیوں اور ترکوں جیسی اقوام کا غلام بن جاتا جن کی آبادی اس کی آبادی کا ۱/۸ بھی نہ تھی۔ مہاتما بدھ نے سب سے پہلے اس تقسیم و تفریق کے خلاف آواز بلند کی۔ بُدھ کی تعلیم نے ہندوؤں کے معاشرتی اور مذہبی فلسفہ کی بنیادیں ہلادیں۔ اس کا اصُول بُدھ کا اپنا نہیں تھا بلکہ مہاتما بدھ سے پہلے جین

ازم کے حقیقی بانی پارس ناتھ کا ہے۔ وضع کردہ اور جین مت کے دوسرے بندے حقیقی بانی مہاں بیر بھی اسی زمانہ ہیں جین مت کا پرچار بدھ ازم کے پہلو بہ پہلو کرتے رہے تھے۔ مہاتما بدھ اور مہاتما مہاں بیر کی زندگی اور اصول قریباً ایک سے تھے۔ دونو اس ہیں وشواس رکھتے تھے اور دونو ہی تناسخ کے قایل تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جین مت میں تیاگ میں تکلیف زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اور وہ ناقابل عمل بلکہ اس حد تک رہنے کا خیال رکھتے ہیں جسے عام لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ دونو مذاہب اس کے جذبہ یا اعتقاد کے زیر اثر لوگوں کو زندگی کی جد و جہد کے قابل نہیں رہنے دیتے۔

جین دھرم لوگوں کو سانپ۔ دیوانے کتے۔ بھیڑیے اور شیر کو اس وقت بھی مارنے کو پاپ کہتا ہے۔ جب وہ منش پر حملہ کر رہے ہوں۔ بودھوں اور جینیوں کی تعلیم سے ہندوستان میں ویدک پراچین مت ماند پڑ گیا۔ جبکہ مہاتما بدھ نے ذات پات کے امتیازات کے خلاف پہلی بار آواز بلند کی۔ عام لوگوں نے قربانی کے لئے جانوروں کا خون بہانے وغیرہ مراسم کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ اور لوگ ان باتوں سے پہلے ہی تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس لئے بدھ مت جو جین ازم کی نسبت آسان تھا۔ مہاتما جی کی زندگی میں ہی نہ صرف تمام ہندوستان بلکہ سیلون برما ملایا اور سیام تک جا پہنچا۔

برہمنوں نے شاستراتھ اور مناظروں کے ذریعہ بودھوں پر غالب آنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ناکام رہے ہندو فلسفہ محض تھیوریوں تک محدود تھا۔ وہ عملی زندگی میں انقلاب کی اپنے اندر صلاحیت نہ رکھتا تھا

وہ محض غور و فکر اور علمی تحقیقات کے زوال تک محدود تھا۔ عملی زندگی میں ہندوؤں کو اس فلسفہ سے کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا۔ بلکہ اس فلسفہ نے ان کے مذہبی عقائد کو کمزور اور متزلزل کر دیا۔ مثلاً ہندوؤں کے ایک بہت بڑے فلاسفر رشی کپل ہوئے ہیں۔ جو سانکھیہ شاستر کے مصنّف ہیں آپ کو ہندو ویدہ ماتما یا وشنو کا پانچواں اوتار مانتے ہیں۔ لیکن لطف یہ کہ ایشور کے پانچویں اوتار رشی کپل جی کے فلسفہ کا نچوڑ یہ ہے کہ "ایشور اسدھ" ہے۔ یعنی ایشور سدھ یا ثابت نہیں ہے۔ اور نہ اسے ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل انومان یا پرمان پیش کیا جا سکتا ہے اور پھر فرمایا۔ کہ پرکرتی اور پُرش یعنی مادہ اور رُوح کے سوا کوئی تیسری شئے ازلی نہیں یعنی ہے ہی نہیں۔ ایک طرف وید سارے جگت کو ایشور کی پیدا وار مانتا ہے سوامی دیانند کے عقیدہ کے مطابق وید میں ایشور پرکرتی اور جیو آتما کو انادی یعنی ازلی مانا گیا ہے۔ اور یہ ایشور کے اوتار رشی کپل فرماتے ہیں کہ ایشور ہے ہی کوئی نہیں۔ ایک ہی وقت میں وید کو ایشور کرت اور سانکھ کو ساکشات ایشور کرت ماننے والوں کی ذہنی اور دماغی کیفیت سمجھ میں آسکتی ہے۔ ان متضاد تعلیمات سے لوگوں کے دل و دماغ میں دھرم کا کوئی تصوّر نہ رہا۔ نہ ایک عقیدہ رہا۔ اس لئے شاستر ارتھ مباحثوں اور مناظروں سے برہمن بُدھ دھرم پر غالب نہ آسکے۔

کھشتریوں کا پُنر جنم۔ معلوم ہوتا ہے کہ برہمن اوتار پرسرام نے اٹھارہ دفعہ کھشتریوں کو قتلِ عام کر کے ان کھشتریوں کو قریباً ختم کر دیا تھا۔ جو ویدنے پیدا کئے تھے۔ جو خال خال بچ گئے۔ وہ شمالی ہند سے بنیوں کا بھیس بدل کر شمال مغربی ہندوستان یا اٹک سے پار چلے گئے۔ اور

باقی ہندوستان ان سے صاف ہو گیا۔ برہمنوں نے خود تو کھشاتر دھرم کو گرہن نہ کیا۔ اور جب بودھوں سے وید اور ویدک دھرم کے صفحۂ ہستی سے مٹ جانے کا خطرہ نمودار ہوا۔ اور بُدھ دھرم کی ترقی کے طوفان کو روکنے کی حیقدر کوششیں برہمنوں نے کیں۔ اور کوئی بارآور و کامیاب ہوتے نہ دیکھیں۔ تو بودھوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے لئے برہمنوں نے تشدّد کا ہتھیار استعمال کرنے کی ٹھان لی۔ لیکن تلوار چلائے کون؟ برہمن خود اپنے ہاتھوں سے کھشتریوں کو ختم کر چکے تھے۔ اور باقی ورنوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔ تلوار چلاتا کون؟ ویش اور شودر تو ۹۰ فیصدی بودھ بن چکے تھے۔ آخر برہمنوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ کھشتری ورن کو از سرِ نو جنم دیا جائے۔ لہٰذا انہوں نے ان اقوام کے لوگوں کو جو دوسرے ممالک سے زبردستی ہندوستان میں گھس آئے تھے اور جنہوں نے بودھ دھرم قبول نہیں کیا تھا اور جن میں جنگ جوئی کی سپرٹ باقی تھی شدھ کر کے ہندو بنا لئے۔ اور کھشاتر دھرم ان کے سپرد کر دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ لوگ بھی اس امر کے لئے بیتاب تھے کہ ہندوستان میں بیگانے اور اجنبی بن کر نہ رہیں لہٰذا سیتھین جاٹ۔ گوجر اور شاکا نسل کے لوگوں کو ایک بڑا یگیہ کر کے برہمنوں نے شدھ کیا۔ اور انہیں کھشاتر دھرم میں پرویش کر کے ان کا نام اگنی کُل راجپوت رکھا۔ ڈیڑھ دو ہزار سال پہلے پہلے کی کسی کتاب۔ شاستر یا کسی وید میں "راجپوت" لفظ نہیں ملتا۔ یہ لوگ چونکہ تلوار کے زور سے فاتح کی حیثیت میں ہندوستان میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ اسلئے انہیں راجپوت کھشتری کا خطاب برہمنوں نے دیا اور ان کے سلسلہ النسب سورج۔ چاند اور اگنی دیوتا سے جا ملائے۔

تشدد و سے فتح - بودھ دھرمیوں کو اہنسا کی تعلیم نے نا کارہ بنا دیا تھا۔ وہ
اسقدر انتہا پسند رکھشک ہو گئے تھے کہ بھیڑیوں - شیروں اور دوسرے جنگلی
جانوروں سے اپنی حفاظت کرنا بھی پاپ سمجھتے تھے - برہمنوں نے ان کی اس کمزوری
یا شرافت کا فائدہ اٹھانے کے لئے ان سے وہی سلوک کرنے کا فتوےٰ دیدیا۔
جو پرسرام نے کھشتریوں سے کیا تھا - ویدینندکوں کے قتلِ عام ہوئے
بودھوں کو کشتیوں میں بھر بھر کر دریاؤں میں ڈبو دیا گیا اور جس جس نے
وید کو ماننے سے انکار کیا - تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا - بودھ تلوار کے
مقابلہ میں ہار گئے - اُنہوں نے ان مظالم سے بچنے کے لئے بھی تلوار نہ اٹھائی
اور بھیڑ بکریوں کی طرح بلا مزاحمت مارے گئے - بہت سے لوگوں نے دھرم
چھوڑ دیا - غرضیکہ بودھ دھرم کی تعلیم ہی بودھوں کو لے ڈوبی - ورنہ چین
تبت اور ملایا کی طرح آج ہندوستان کا دھرم بھی بودھ ہی ہوتا - اور
یہاں لوگ وید کا نام بھی بھلا بیٹھے ہوتے - نہ صرف ہندوستان بلکہ افغانستان
اور ہندوستان کے سرحدی علاقوں کے لوگ بھی بودھی ہو چکے ہوتے - وہاں وہ
مسلمانوں کے تشدد کی تاب نہ لا کر ختم ہو گئے - یہ بودھ دھرم کے بنیادی
فلسفہ کی کمزوری کا نتیجہ تھا - ہندوؤں کے معاشرتی و مذہبی فلسفہ کی
کمزوریوں نے انہیں غیروں کا صدیوں تک غلام بنائے رکھا اور بودھوں
کو ان کے فلسفہ نے ہندوستان - صوبہ سرحد - افغانستان اور وسط ایشیا
سے نابود کر دیا - چین پر مسلمانوں کے حملے ہوئے - اگر وہاں تلوار چلتی
تو بودھی وہاں بھی ختم ہو جاتے - چینیوں کے بچ جانے کی دوسری وجہ یہ بھی
بھی کہ چینیوں نے بدھ فلسفہ کو اس کی حقیقی سپرٹ میں کبھی تسلیم نہیں کیا۔
وہ لفظ کے حقیقی معنوں میں ہندوستان کی طرح کبھی اس پر ایمان نہیں لائے۔

اور اب تو وہ عملی طور سے اہنسا کے قائل ہی نہیں رہے۔ چینی اوّل درجہ کے گوشت خور۔ پُرتشدّد یا مُنکر لوگ ہیں۔ ان کی ساری قوم مسلح اور جنگجو بن چکی ہے دھرم تو ان کا بودھ ہے۔ لیکن اس کے بنیادی فلسفہ میں چینی بودھ یقین نہیں رکھتے۔ غرضیکہ ہندوستان سے بودھ دھرم تلوار سے اور تشدّد سے نابود ہؤا۔ بودھ دھرم عملی مذہب نہ تھا۔ ورنہ اپنی حفاظت کرنا ہر جاندار کی فطرت میں داخل ہے۔ بودھ یہ بھی نہ کر سکتے تھے۔ یہی خامی ہندوستان میں بودھ دھرم کی تباہی کا باعث ہوئی۔

ہندوازم کی خامیاں۔ اگرچہ بودھ ازم اور جین ازم پر برہمنی ازم غالب تو آگیا۔ اور بودھ ازم کو برہمنوں نے حقیقی کھشتریوں کی طرح لُٹا دیا لیکن ہندو قوم کے ہر فرد اور ہر طبقہ نے اہنسا کے فلسفہ کو اپنا لیا۔ جانوروں کی قربانیاں ان کے مذہبی پروگرام سے نکل گئیں۔ قربانیاں کھشتریوں یعنی راجپوتوں کے درباروں تک محدود رہ گئیں۔ برہمن۔ ویش اور شودر جانوروں کو مارنا اور ان کا گوشت کھانا گناہ سمجھنے لگے۔ گوشت سے نفرت اس حد تک بڑھ گئی کہ خون اور گوشت کی طرح سُرخ رنگ کی سبزیاں۔ اور اناج بھی ممنوع سمجھے جانے لگے۔ چنانچہ آج تک راسخ الاعتقاد ہندو مسور کی دال۔ ٹماٹر۔ سُرخ شلغم۔ گاجر۔ پیاز وغیرہ نہیں کھاتے یہ بودھ ازم کا رنگ ہے۔ جس میں ہندو سر سے پاؤں تک رنگے گئے ایک طرف ورن آشرم اور ذات پات کے اختلافات و امتیازات اور دوسری طرف بودھ ازم کی اہنسا کے فلسفہ نے کچھ عرصہ بعد راجپوتوں کو نکمّا بنا دیا۔ اور وہ کسی بھی غیر ملکی حملہ کو روکنے کے ناقابل ہو گئے۔ نہ تو وہ ورن آشرم۔ ذات پات اور چھوت چھات کے باعث من حیثیت القوم

حملہ آوروں کے خلاف منظم ہو سکتے تھے اور نہ مرنے مارنے کے لئے ان میں بودھ کی تعلیم نے جوش دلیری اور غصہ باقی رہنے دیتے تھے۔ ایک ہزار سال تک غیر ملکی لوگ اس ملک کو پاؤں تلے روندتے اور باشندوں پر بے پناہ مظالم ڈھاتے رہے لیکن ہندوؤں نے من حیثیت القوم کبھی غاصبوں اور ظالموں کے خلاف متحد و منظم ہو کر صف آرا ہونے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔

گورو نانک دیو۔ مہاتما بدھ کے قریباً دو ہزار سال بعد شری گورو نانک دیو نے اوتار لیا۔ حضور توحید۔ محبت۔ مساوات۔ اخلاق اور اتحاد کی تعلیم ساتھ لائے۔ آپ نے دو ہزار سال بعد ذات پات اور چھوت چھات کے خلاف آواز اٹھائی۔ ایک حقیقی کھشتری کل کے سنگورو نے کھشتریوں اور برہمنوں کے شودروں پر ظلم و ستم کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ خود شودروں سے میل جول اور ان کے ہاں کا پکا ہوا کھانے کی مثال قائم فرمائی۔ چاروں ورنوں کو ایک سنگت اور پنگت میں اکٹھے بٹھایا۔ یعنی ہندوؤں کے تمام ورن توڑ کر انہیں ایک قوم بنا دینے کی کوشش فرمائی۔ نفرت کو مٹایا اور مختلف ورنوں بلکہ مختلف مذاہب کے لوگوں کو بھی محبت کا سبق دیا۔ اور اخوت کے رشتہ میں پرونے کی کوشش فرمائی۔ لیکن دیا (رحم) پریم (محبت) رواداری کے ساتھ ساتھ ہی اس نئی قوم کو ان کمزوریوں سے بلند تر رکھا۔ جو بودھ ازم کی۔ بربادی اور برہمی مت کے زوال کا باعث ہوئی تھیں۔ یہ مکمل مذہب تھا۔ ہر ایک سکھ ایک ہی وقت میں برہمن کھشتری۔ ویشی اور شودروں کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ اور ان میں خدمت کرنے کو ایک مذہبی اور روحانی فرض بلکہ ثواب سمجھا

جاتا ہے۔ اگرچہ یہ مذہب بودھ ازم کی طرح سرعت سے نہیں پھیل سکا۔ کیونکہ بودھ ازم کی راہ میں برہمنوں کے سوا کوئی حائل نہ تھا۔ لیکن سکھ ازم کی راہ میں نہ صرف برہمن بلکہ راجپوت۔ والیان ریاست اور مسلمان بادشاہ و شہنشاہ کی فوجیں۔ توپیں۔ تلواروں۔ طاقتیں اور سونے چاندی کے پہاڑ حائل تھے۔ ڈیڑھ سو سال کی خونریز جدوجہد کے بعد خالصہ نے مغلوں کی حکومت سے امان پائی۔ تو انگریز آ گئے۔ انگریزوں نے پنجاب میں ذات پات کے امتیازات کو قانونی شکل دیکر جہاں نفاق ڈال کر مکروہ حکمت عملی سے اپنی حکومت کو مضبوط بنایا۔ وہاں سکھوں کو ان کی اس پالیسی سے نقصان پہنچا۔ کیونکہ ذات پات کے امتیازات کے خلاف سکھ دھرم بجائے خود ایک پروٹسٹ تھا۔ ذات پات کے بندھنوں میں پھنس کر سکھ ازم کی ترقی رک گئی ...... گورو نانک دیو کی تعلیم مکمل تعلیم ہے۔ اسی میں جگت کا کلیان مضمر ہے۔ ان بندھنوں کے باوجود خالصہ اگرچہ کم مگر ترقی کر رہا ہے۔ اور ایک دن سکھ ازم ان بندھنوں کو بھی توڑ دیگا غلامی کی زنجیروں کی کڑی کڑی بکھیر دے گا۔ اور سارے جگت میں پھیل جائے گا۔ کیونکہ سکھ دھرم منش کا فطرتی اور قدرتی دھرم ہے۔ اس کی ترقی ہمیشہ کے لئے روکی نہیں جا سکتی۔

(بشکریہ شیر پنجاب دہلی ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۵۱ء)

سچائی ایک شعر میں

سب کی منزل ایک ہے فیاض ایک ۔ کچھ اگر ہے راستے کا پھیر ہے

(حضرت فیاض ہریانوی مرحوم)

گورو نانک کا سدھانت

گیانی گورمکھ سنگھ جی مسافر ممبر پارلیمنٹ (سابق چیف منسٹر پنجاب)

آج سے صدیوں پہلے بھی دو اور دو چار تھے۔ اور سینکڑوں سال بعد بھی چار ہی رہیں گے۔ اور اب بھی چار ہی ہیں۔ دراصل سچائی کے ساتھ وقت کا کوئی تعلق نہیں۔ سچائی ہر وقت سچائی ہے

سرکل کا مرکز قائم ہو تو مرکز سے سرکل (دائرہ) تک کھینچی گئی ہر لکیر لمبائی میں برابر ہو گی۔ اگر مرکز قائم نہ رہے تو لکیروں کی برابری میں فرق آنا ضروری ہے۔ خالص سونے کو کسی وقت کسوٹی پر رکھ لو۔ سال مہینے دن یا رات کوئی اصل کے اصل سونے میں فرق نہیں ڈال سکتے۔ اسی طرح دھرم ہی ایک ایسا مرکز ہے جس پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے ہر طرف ایک سی نظر جاتی ہے۔ مرکز سے چوک پر پہنچنے پر کھلبلی سی پیدا ہو جاتی ہے جس دیوار کی بنیاد قائم نہیں۔ اسکی منڈیر پر کھڑا انسان کب تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ جڑ کو چھوڑ کر ٹہالیوں کو پانی کے چھینٹوں سے سینچنے والا مالی کبھی باغ کو سرسبز نہیں رکھ سکتا۔ گورو مہاراج کا شبد ہے:-

مول چھوڑ ڈالی لگے۔ کیا پاویں بھائی

یعنی جڑ کو چھوڑ کر ڈالی کی حفاظت کرنے والا کیا پھل لیگا؟ مطلب یہ کہ کچھ نہ پا سکے گا۔

ہندوستان کی حالت جس پتنگ کی ڈور ٹوٹ جائے وہ زیادہ دیر تک آسمان پر نہیں اڑ سکتا۔ مطلب یہ کہ مرکز ایک ضروری چیز ہے اور مرکز بھی وہ جس پر دیش کال کا کوئی اثر نہ ہو۔ جو دو اور دو چار کی طرح

سچائی کو ہر موقع پر بتا سکے۔ کسوٹی سامنے ہی ہے۔ ہم اپنے دیش کی مثال سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہندوستان غلام رہا۔ ایسا غلام کہ جس کے باشندوں کے انسان ہونے میں بھی شک ہونے لگ گیا۔ تجربے میں زیادہ دیر تک قید رہنے والے پرندے کو جسطرح اُڑنا بھی بھول جاتا ہے (اگر اسے کہیں اُڑنے کا موقعہ بھی مل جائے تو وہ اپنی کمزوری کی وجہ سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کہ کوئی شکاری اُسے جان سے مار دیگا) اسی طرح بہت سے ہندوستانی غلامی میں خوش رہے۔ جن لوگوں کو آزادی کی لگن تھی۔ اور کسی قیمت پر بھی ملک کو آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ ہر ایک رکاوٹ کو راستے سے دُور کرنا چاہتے تھے۔ جو آزادی کی راہ میں حائل ہو۔ اب بھی وہ آزادی کو مستحکم کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ اس وقت مذہبی جھگڑے بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔ اس رکاوٹ کو دُور کرنے کے لئے انتہائی کوشش کی جا رہی ہے۔ لیڈر لیکچر دیتے ہیں۔ اخبارات دُہائی دیتے ہیں۔ اور سب کا یہی خیال ہے کہ ہم امن و آزادی سے نہیں رہ سکتے۔ جبتک دیش کے ہندو سکھ مسلمان۔ عیسائی۔ پارسی۔ بودھ اور جینی مل کر بیٹھنا نہیں سیکھیں گے۔

اختلافات۔ دُنیا انسانوں سے بھری پڑی ہے۔ جس طرح ہر ایک آدمی کی عقل۔ شکل اور عادات وغیرہ آپس میں نہیں ملتیں۔ اسی طرح رائے اور عقیدہ میں بھی فرق ہونا لازمی ہے۔ تمام لوگ ایک رائے کے نہیں ہو سکتے۔ اگر اختلاف رائے کو ہی بدترین قسم کی لڑائی کا باعث تصور کر لیا جائے تو پھر ہم ایک منٹ بھی آرام کا سانس نہیں لے سکتے۔ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ بستے ہیں۔ جن کے دروازوں کے ساتھ دروازے

ہیں۔ دکانوں کے ساتھ دو کانیں ہیں۔ کام کاج لین دین مشترکہ ہے۔ اکٹھے سفر کرتے ہیں۔ نزدیک نزدیک دھارمک استھان ہیں۔ دیش کو چھوڑ کر نہ ہندو جا سکتے ہیں نہ مسلمان اور نہ سکھ۔ اگر ہمیں ایک ہی جگہ عمریں گزارنی ہیں تو ہمیں یا تو مذہبی جھگڑے چھوڑنے پڑیں گے یا ہمیشہ مصیبت میں رہنا پڑے گا۔ یہ بات تو نتیجہ کے طور پر مان لی گئی ہے کہ مذہبی لڑائیاں ہندوستان کی غلامی کی عمر کو لمبا کرتی رہی ہیں۔ اگر یہ بات نہ بھی ہو تو بھی ایسے پڑوس کا کیا مزا جہاں آپس میں ایک دوسرے سے جان کا خطرہ ہو۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں پہ سر پھٹول ہوتی رہے۔

ہم سب بھائی ہیں! مذہب عقیدہ اور خیال پر جیتے اور پارٹیاں بنتی ہیں۔ کہیں خیال کا تعلق ہے کہیں مذہب کا۔ یہ میرا ہم مذہب ہے یہ میری پارٹی کا ہے۔ ان تعلقات کے اوپر بھی ایک بڑا تعلق ہے۔ جس کی نسبت گوربانی میں آیا ہے:۔ "ایک پتا ایکس کے ہم بارک" ایک باپ ہے اور ہم اس کے بیٹے ہیں۔ اس رشتہ سے ہم سب بھائی ہیں اس بنیادی مرکز پر کھڑے ہو کر جو دیکھے گا۔ اس کو ایک دفعہ تو تمام سنسار ایک جیسا نظر آئے گا۔ اپنے دیش کی تو بات ہی کیا ہے۔ گورو نانک صاحب نے اسکی جڑ کو پانی دیا ہے۔ اس مسئلہ کا پرچار کرنے کیلئے وہ اپنے آپ کو بھی درمیان سے ہٹا لیتے ہیں۔ جنم ساکھی میں ذکر آیا ہے کہ میاں مٹھا ایک مسلمان فقیر نے آپ کو کہا۔

نانک کلمہ جے پڑھیں تاں در گے پویں قبول

مطلب یہ کہ اے نانک۔ اگر تو کلمہ پڑھے تو درگاہ میں قبول ہو گا" اس کا جواب گورو نانک جی نے دیا ہے کہ اے شیخ! اگر نیت ٹھیک

ہے تو درگاہ میں قبول ہو گا۔

گورو نانک صاحب خُدا کو ملنے کے لئے کسی کا ٹھیکہ نہیں مانتے۔ سدھانت کی اسی شکھر پر کھڑے ہو کر گورو نانک نے ایشور کی درگاہ میں ارداس کی ہے۔ وُہ ارداس کیا ہے۔ ملاپ کی ایک مشعل ہے آپ کہتے ہیں۔ اے ایشور!

جگت جلندا رکھ لے اپنی کرپا دھار۔ جِت دوارے اُبرے تِتے لیہو اُبار

جگت جل رہا ہے اپنی کرپا سے اسے بچائیے اور جس دروازے سے کوئی پار ہوتا ہے اسی سے اسے پار کر دیجیئے۔ پار ہونا ضروری ہے دروازے کی قید نہیں اور ارداس تمام جگت کے لئے کرتے ہیں۔ کسی ایک فرقہ یا انسان کے لئے نہیں۔

اِس سدھانت کو سمجھ لینے سے ہم ہندوستانی مذہبی لڑائیوں سے بچ سکتے ہیں اور ہندوستان کے نوجوان جو دھرم کو مُلکی آزادی کے استحکام کے راستہ میں رکاوٹ خیال کر کے اس سے متنفّر ہو رہے ہیں۔ ان کو نفرت کرنے کی ضرورت نہ ہو گی۔

کاش کہ دُنیا بھر میں گورُو نانک کے اِس امن پرور سدھانت کو اپنایا جائے اور انسانیت کے مذہب کا دائرہ وسیع کیا جائے ٭

(پنجاب لدھیانہ کے گورو نانک ایڈیشن ۱۹۴۸ سے)

"سچے مسیحا گورو نانک"

(پنجاب کے علم دوست سیاستدان سردار گیان سنگھ جی راڑیوالہ بی اے سابق چیف منسٹر پیپسو)

بابا نانک جنہیں نام سے پیار میں ہم انہیں یاد کرتے ہیں صحیح احساس سے واقعی دُکھی لوگوں کے لئے سچے مسیحا تھے۔

ایک عدیم المثال درلیا رمر (سدھارک) جن کا ثانی نہ کبھی دُنیا نے دیکھا نہ ایسا درویش کوئی دھرتی پر پیدا ہُوا۔

اُنہوں نے بتایا کہ خود پسندی چھوڑ دیجے۔ دُنیاوی تمناؤں سے بے نیاز ہو جاتے۔ اور واہگورو کے پیار میں کھو جانے پر ہی سکون ابدی نصیب ہو سکتا ہے

اپنے مستقبل سے غافل ہو کر دُنیا کے وحشت ناک صحراؤں میں ہم سب بھولے بھٹکے ہوئے لوگوں کو اُنہوں نے سچا اپدیش دیا کہ زندگی کا مقصد صرف تفریح اور خوش گزاری نہیں ہے بلکہ ہمیں چاہیئے کہ راہِ محبت کے یاتری بن کر خود ضبطی کے جذبہ سے دُشمنوں کے حق میں بھی ایثار دکھائیں۔

دولت کو اُنہوں نے ایک ایسی زنجیر بتایا جسے غلام ہی پہنتے ہیں۔

اپنی ساری زندگی اُنہوں نے یا تو رنج و غم میں مبتلا دُنیا کی مخلصی کے لئے یا خود فراموشی کے عالم میں اُسی غیبی طاقت کے پیار میں گزار دی جو ہم سب کی آخرت کی رہنمائی کرتی ہے۔

اُن کی یہی ایک ہدایت کہ "اگر تم دروازہ نہ کھولو گے تو شیطان خود ہی کھٹک کر واپس چلا جائے گا"۔ اُن کے "من جیتے جگ جیت" کے حکم میں ملتی ہے۔ اور اسی کی زندہ تمثیل اُن کے عزم و ایثار اور پاکیزہ چلن میں صاف

نظر آتی ہے۔

اِہنی اوصاف حسنہ کی طاقت سے اُنہوں نے اپنے عہد میں تباہی کے کنارے پر پہنچی ہوئی (دم توڑتی) اِنسانیت کو اُبھارنے کے لئے اپنی سچی اور سادہ تعلیمات سے بروقت سہارا دِیا تھا۔

ہم سب سِکھوں کے لئے اُنہوں نے ایک ہی قیمتی ورثہ چھوڑا ہے کہ "میرے اور تیرے" کا فرق مِٹا دیں۔ سب سے یکساں محبّت کرنا سیکھیں ظاہری نمائشی اور باہمی صف آرائی سے احتراز کریں۔ گورو صاحب کے لئے اظہارِ عقیدت کا یہی ایک صحیح طریقہ ہے۔ جسے عمل کی صورت میں ہمیں اپنانا چاہیئے اور ان کے وِرثہ کو سنبھالنے کے لئے عزم و استقلال دِکھانا چاہیئے۔

"دی خالصہ" دہلی گورونانک نمبر ۱۹۴۸ء سے (اصل انگریزی سے آزاد ترجمہ)

سچ اور سب کو اُپر سچ آچار

گورو صاحب کے کہنے کے مطابق سچ ہی پرماتما کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے سچائی کے خواہشمندوں کو پرماتما کی تلاش میں سچائی کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیئے لیکن اس کیلئے بہت ہی زیادہ قوت برداشت کی ضرورت ہے جو لوگ سچ کو پالیتے ہیں وہ ہمیشہ ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ سچ کو پالینے کیلئے من کی پاکیزگی بہت ضروری ہے دُنیاوی سُکھوں سے بے نیاز ہونا چاہیئے اور سُکھ میں بھی اسے (خدا) کو یاد کرنا چاہیئے۔

شاعر جو دربار میں پہنچے

سب مل کر تم ارداس کرو

(استادِ فن جناب نظیر اکبر آبادی)

ہیں نانک بابا شاہ گورو — وہ پورے ہیں آگاہ گورو
وہ کامل رہبر جگ میں ہیں — یوں روشن جیسے ماہ گورو
مقصود مراد امید سبھی — بر لاتے ہیں دل خواہ گورو
نت لطف و کرم سے کرتے ہیں — ہم لوگوں کا نرباہ گورو
اس بخشش کے اس عظمت کے — ہیں نانک بابا شاہ گورو
سب سیس نوا ارداس کرو — اور ہر دم بولو واہ گورو

جو لطف و عنایت ان سے ہے — کب وصف کسی سے ان کا ہو
وہ لطف و کرم جو کرتے ہیں — ہر چار طرف ہے ظاہر وہ
الطاف جنہوں پر ہوں انکے — سو خوبی حاصل ہے ان کو
ہر آن نظیر یہاں تم بھی — اب نانک نانک شاہ کہو
ہیں بابا نانک شاہ گورو — وہ پورے ہیں آگاہ گورو
سب سیس نوا ارداس کرو
اور ہر دم بولو واہ گورو

(ایک طویل نظم سے صرف دو بند)

نانک!

(از علامہ سر محمدؒ اقبال)

قوم نے پیغامِ گوتم کی ذرا پروا نہ کی
قدر پہچانی نہ اپنے گوہرِ یکدانہ کی

آہ بدقسمت رہے آوازِ حق سے بےخبر
غافل اپنے پھل کی شیرینی سے ہوتا ہے شجر

آشکار اُس نے کیا جو زندگی کا راز تھا
ہند کو لیکن خیالی فلسفہ پر ناز تھا

شمعِ حق جو منوّر ہو یہ وہ محفل نہ تھی
بارشِ رحمت ہوئی لیکن زمیں قابل نہ تھی

آہ! شودر کیلئے ہندوستاں غم خانہ ہے
دردِ انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے

برہمن سرشار ہے ابتک مئے پندار میں
شمعِ گوتم جل رہی ہے محفلِ اغیار میں

بُتکدہ پھر بعد مدّت کے مگر روشن ہُوا
نُورِ ابراہیم سے آذر کا گھر روشن ہُوا

پھر اُٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے
ہند کو اک مردِ کامل نے جگایا خواب سے

"نذرانۂ عقیدت"

شاعرِ روشن ضمیر جناب شیخ عبدالرحیم خاں صاحب بسملؔ تلمیذ میرزا ارشد گورگانی دہلوی

اے گورُو نانک تری مقبُولِ جاں تصویر ہے
چشمِ عالم دیکھ کر روشن ہے پُر تنویر ہے

تُجھ سے ہے دلبستگی سیدھی ہوئی تقدیر ہے
طالبانِ حق کے حق میں تو گورُو ہے پیر ہے

تُو نے وہ ڈنکا بجایا دہر میں توحید کا
ایک عالم ہو گیا شیدا تِری تقلید کا

کیا مبارک تھی گھڑی جب دم ہُوا تیرا جنم
شرک کے بادل لگے اُڑنے جہاں سے یک قلم
تیرا دم بھرنے لگے اہلِ زمانہ دم بہ دم
توڑ ڈالے منکروں کے کفر کے تُو نے صنم

تیرا اسمِ ست اور سِکّہ دہر میں مشہور ہے
جو تجھے منظور ہے وہ حق کو بھی منظور ہے

تیرا مسلک تھا نرالا دہر میں ہے خوش کلام
با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام
اہلِ عالم قدسیوں کے تجھ پہ لاکھوں ہوں سلام
فخر تیری ذات پر ہے کر رہا دار السلام

نام ہے زندہ ترا ہم نام پر قربان ہیں
نام کی برکت سے ہے لاکھوں مشکلیں آسان ہیں

فیض سے تیرے ہزاروں مست ہیں ہشیار ہیں
بادۂ توحید پی کر حشر تک سرشار ہیں
سیرِ باطن قلب میں توحید کے گلزار ہیں
سر ہے دارِ عشقِ حق پر جھومتے سردار ہیں

بحرِ وحدت میں ترا ہر وقت ہی اشنان تھا
تُو تھا مردِ باصفا کامل ترا ایمان تھا

پیشکش بسمل ہے لایا مدح یہ دربار میں
گو کسی قابل نہیں مقبول ہو سرکار میں
تُو کرے مقبول تو مقبول ہو کرتار میں
گوہرِ غلطاں پروئے دردِ دل کی تار میں

تیری تیغِ مہر نے بسمل کو بسمل کر دیا
مجھ سے ناقابل کو خاکِ در کے قابل کر دیا

(اکیس بندوں کی مُسدّس سے صرف پانچ)

ذاتِ نانک

(جناب اندرجیت گاندھی)

اے گورو نانک مسیحائے زماں
فخرِ عالم، نازشِ ہندوستاں
ذات تیری مایۂ تقدیس تھی
مُعتقد کیونکر نہ ہو تیرا جہاں؟

گورو نانک کی عظمت

(از علامہ بشیشور پرشاد منورؔ لکھنوی مرحوم)

پنجاب کے فانوس کی اک شمعِ فروزاں
نورِ ازلی بن کے نمودار ہوئی تھی

معمور ہوئیں جس سے فرشتوں کی بھی آنکھیں
بڑھ کر مہ و خور سے بھی ضیا بار ہوئی تھی

نرگن کی ضیا بھی تھی سگن کی بھی تجلیّ
ساکار کی مورت بھی نراکار کی صورت

نانک کے رُخِ پاک میں پُر نور جبیں میں
دیکھی نگہِ شوق نے کرتار کی صورت

ہندو کی جہالت کے مسلسل قدم اکھڑے
ظلمت بھی مسلماں کی بھی کافور ہوا میں

تھی اسکی جو پوجا وہی اسکی تھی عبادت
اب فرق نہ کوئی بھی تھا ایشور میں خدا میں

اس مرشدِ اعظم کا جہاں گیر تھا مشرب
اس شان کا درویش کوئی اور کہاں تھا؟

تعظیم روا سب پہ ہے اس پاک گرو کی
یہ رہبرِ دیں رہبرِ ابنائے زماں تھا!

ہے آج بھی نانک کی زمانے کو ضرورت
جب دین کسی کا کوئی ایمان نہیں ہے

کیوں ہو نہ بہت دور بہت دور خدا سے
اس دور کا انسان جب انسان نہیں ہے

(ایک طویل نظم سے اقتباس)

نانکِ اعظم

(جناب حکیم اللہ یار خاں صاحب جوگی رحمانی)

نانکِ اعظم کی ہر تعلیم عالمگیر تھی
الفتِ انساں کی جیتی جاگتی تصویر تھی

ایک مذہب کے لئے ہر گز نہ تھی محدود وہ
سب کو دکھلاتی تھی راہِ منزلِ مقصود وہ

رہنما تھے آپ ہر پیر و جواں کے واسطے
باعثِ رحمت زمین و آسماں کے واسطے

ترجمانِ حق تھا گویا آپ کا شیریں کلام
اک نشانِ حق تھا گویا آپ کا شیریں کلام

(اقتباس نظم)

نانک نے

(از جناب لسان الاعجاز پنڈت میلا رام صاحب وفاؔ)

اُبھرنے دی نہ دل میں مال و زر کی چاہ نانک نے۔ نہ اپنائی تمنائے حصولِ جاہ نانک نے
دیا پیر و جواں کو درسِ عزم و استقامت کا۔ کیا خورد و کلاں کو فرض آگاہ نانک نے
دیا لالو کی نانِ خشک کو فخر پذیرائی
کیا رد خوانِ بھاگو کا بصد اکراہ نانک نے

نانک

جناب ادم پرکاش صاحب۔ آزادؔ انبالوی

نانک محیطِ نور تھا دریائے روشنی — نانک شرارِ حسن تھا اجمالِ آگہی
نانک چراغِ روح تھا قندیلِ زندگی — نانک حسین نقش تھا تصویرِ دلکشی
اسرارِ کائنات تھے نانک کی بات میں
پنہاں خدا کی ذات تھی نانک کی ذات میں

ایک رباعی میں

جینے کی ادا

جناب مرتضےٰ حسین صاحب مسرورؔ

جب زہر سے مسموم تھی دنیا کی ہوا — چھائی تھی زمانہ پہ کدورت کی گھٹا
ہر گام پہ ڈستے تھے مذاہب کے ناگ — نانک نے سکھائی ہمیں جینے کی ادا

ہزاروں نکتے

(جناب ڈاکٹر بیترہ صاحب کاملؔ ایم اے۔ رہتک)

تیرا ہر حرف ترانہ ہے زمانوں کے لئے — تیرا ہر قول خزانہ ہے زبانوں کے لئے
تیرے ہر نقطے سے پیدا ہیں ہزاروں نکتے — تیرا اک تیر ہے لاکھوں نشانوں کے لئے

تجھے ڈھونڈا ہے (جناب اختر رضوانی)

وحدت کے پرستار تجھے ڈھونڈا ہے
اے دکھیوں کے غمخوار تجھے ڈھونڈا ہے
ہر دشت میں ہر بحر میں ہر وادی میں
اے صاحبِ کردار تجھے ڈھونڈا ہے

گورو نانک کی ذات (جناب آختر نکودری)

قوم کی ہستی کا جوہر تھی گورو نانک کی ذات
ہندیوں کا بخت یاور تھی گورو نانک کی ذات
جہل کی تاریک محفل میں شبِ ظلمات میں
سر بسر اک نور پیکر تھی گورو نانک کی ذات
مخزنِ مہر و وفا مجموعۂ صدق و صفا
عام انسانوں سے برتر تھی گورو نانک کی ذات

زیورِ انسانیت کی تاب جس کے دم سے ہے
آب داری میں وہ گوہر تھی گورو نانک کی ذات

فقیرِ حق نگر (از جناب خموش سرحدی)

فقیرِ حق نگر اے پیکرِ صدق و صفا نانک
گدائے بے ریا اے سر گروہِ اولیا نانک
فرشتوں سے سوا شانِ کریمی کو پسند آیا
نیاز و عجز تیرا ارمغانِ بے بہا نانک

ترے میخانۂ وحدت کی بھی کیا بات ہے بابا؟
یہاں پر تو خماری نام کی دن رات ہے بابا!

خدا برتر خدا واحد مگر انساں برابر ہیں
تفاوت جو روا رکھتے ہیں انسانوں میں کافر ہیں
عمل سے بندۂ خاکی فرشتہ بھی ہے شیطاں بھی
عمل کے سوز سے روح و دلِ آدم منور ہیں

تری تعلیم تھی یہ زندگی بیچ ہے حقیقت ہے
مسلسل خدمتِ خلقِ خدا اصلِ عبادت ہے

آشنائے رازِ وحدت (از جناب عزیز وارثی دہلی)

آشنائے رازِ وحدت کاشفِ سرِّ خفی
دولتِ عرفاں بعنوانِ دگر تجھ کو ملی

راحتِ قلب و جگر محرابِ جاں کے پیش امام
نیک فطرت نیک صورت نیک خصلت نیکنام

تیرے قدموں پر شہنشاہوں کی پیشانی جھکی
زندگی تیری یقیناً لائقِ تحسین تھی

پیشوا رہبر گورو درویش عاملِ اور فقیر
تجھ کو حاصل تھے یہ رتبے اے امیروں کے امیر

فرشتہ (جناب ساحر ایم اے ہوشیارپوری)

پانچ سو سال ہوئے ایک کرن چمکی تھی
جس کی تنویر سے دنیا ہے منوّر اب تک

ایسا انساں کہ فرشتے کا یقیں ہو جس پر
ایسا مرشد کہ جسے مرشدِ کامل مانیں

ایسا رہبر کہ جسے رہبرِ اعظم کہئے!

سچّا گرو (از جناب گوہر ہوشیارپوری لاہور پاکستان)

پاکباز و پاک طینت پاک خو
راست شیوہ راست مشرب راست رو

وعظ تیرا امن و صلح و آشتی
اے حقیقت کیش اے سچے گورو

پیام ترا (از جناب شفقت کاظمی صاحب ڈیرہ غازیخان (پاکستان))

کیوں نہ واجب ہو احترام ترا
حق کا پیغام تھا پیام ترا

دل نے اک تازہ زندگی پائی
جب بھی آیا زباں پہ نام ترا

تیری ہر بات راستی کا سبق
تابعِ حق رہا کلام ترا

نوعِ انساں سے تجھ کو پیار رہا
وقف تھا سب کو لطفِ عام ترا

تیری توصیف ہو سکے کیونکر؟ ہم کہاں اور کہاں مقام ترا
ہم کو دل سے عزیز ہیں دونوں وہ ترا کام ہو کہ نام ترا

پردۂ شعر میں سنا ہی دیا
آج شفقت نے بھی پیام ترا

بابا نانک مرشدِ کامل

(جناب رام کرشن صاحب مضطر ایم اے دہلی)

مثلِ خورشید جہاں تاب ہوا نانک کا ظہور تیرگی دور ہوئی پھیل گیا نور ہی نور
اِک تجلّی سے ہوا سینۂ گیتی معمور ایک آواز نے بخشا ابدیت کا شعور

حق کی تعلیم سے انسان کو جب گیان ہوا
ایک ہے سب کا خدا سب کو یہ عرفان ہوا

گلِ مہتاب۔ بابا گورو نانک

جناب صغیر احمد صاحب صوفی

ننکانہ کی دھرتی پہ کھلا اک گلِ مہتاب خوشبو جو اُڑی علمِ الہٰی کے کھلے باب
جیسے کہ مشیت کا مکمل ہوا اِک خواب
پہنچی گلِ مہتاب کی آواز وہاں تک تخیّل کی جا سکتی تھی پرواز جہاں تک

اقوال تھے آسان بھی سادہ بھی حسیں بھی تھا دیں پہ ایمان تو دنیا پہ یقیں بھی
خواہش لیے دیدار کی ہم جائیں کہیں بھی
کعبہ ہو کہ کاشی ہو کہ بغداد کی گلیاں ہو موجِ صبا دل میں تو کھل جاتی ہیں کلیاں

نانک کی عقیدت کے چمن زار کے پھولو
وحدت کے خیالات سے افلاک کو چھو لو
اس حُرّ قلندر کے اصولوں کو نہ بھولو
نغمے گلِ مہتاب کے ہر بزم میں گاؤ
مردانہ بنو، دل کا رباب اور بجاؤ

حق آگاہ نانک

جناب ابُوظفر نازش رضوی

ایک حق آگاہ اُٹھا خطۂ پنجاب سے
بدعتیں باطل کی جب حد سے فراواں ہوگئیں
جلوہ فرما ہوتے ہی اس مطلعِ انوار کے
قسمتیں پھر تیرہ بختوں کی درخشاں ہوگئیں
باغِ وحدت میں یکایک آگئی تازہ بہار
خشک کلیاں کھِل کے ہمرنگ گلستاں ہوگئیں
یوں دیا ہندو مسلماں کو سبق اخلاص کا
اُلفتیں شیخ و برہمن کی نمایاں ہوگئیں
اور دونوں سے یہ فرمایا سنو اے دوستو!
کاوشیں اپنی غمِ عالم کا درماں ہوگئیں

"ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں"
غالب دہلوی

گُل ہائے عقیدت

جناب مضطر ہاشمی صاحب

بھائی چارہ کا سبق سب کو پڑھایا جس نے
علم و عرفان کا پیغام سنایا جس نے
پاپ اور ظلم کو دنیا سے مٹایا جس نے
اور انسان کو انسان بنایا جس نے
بزمِ عالم میں وہ رحمت کا نقیب آیا ہے!

ہو فدا جس پہ دل و جاں وہ حبیب آیا ہے

بزمِ امکاں میں رکھا جب گورو نانک نے قدم
مل گئے فرطِ محبت سے گلے دیر و حرم
معتدل ہو گیا دنیا کا مزاجِ برہم
زلفِ گیتی کے سلجھنے لگے سب پیچ و خم
اے خوشا گلشنِ عالم میں بہار آ ہی گئی
مرحبا دنیا پہ رحمت کی گھٹا چھا ہی گئی

نانک اور درسِ عمل (از جنابِ بسمل سعیدی دہلی)

کیا درس ہے وہ درس جو اقوال میں ہے — حکمت ہی وہ حکمت ہے جو اعمال میں ہے
وہ قول ہو تیرا کہ عمل ہو نانک — بے مثل وہ اس عالم امثال میں ہے

(رُباعی)

نانک امامِ ہند

(آنجہانی سردار امر سنگھ منصور آف "شیر پنجاب")

کلجگ میں مہرِ حق سے منور ہے بامِ ہند — ہے رشکِ صبحِ دہر میں نانک سے شامِ ہند
ہو گا نہ راہِ راست سے گم اپنا کارواں — نانک ہے خضرِ راہ رسول و امامِ ہند
لوحِ جہاں سے نام ہزاروں کے مٹ گئے — ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ہند
تریتے میں رام اور دواپر میں کرشن تھا — کلجگ میں ہے وہی گورو نانک امامِ ہند

لبریز شد ز بادۂ توحید جامِ ہند
منصور بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ہند

"ساری دُنیا کے پیارے نانک"

سکندریہ (مصر) کی شہرۂ آفاق ادیبہ شاعرہ مس جنیتہ بخوری سنہ ۱۹۳۳ء میں جب نامور پنجابی اخبار نویس سردار چرن سنگھ جی شہید ایڈیٹر "موجی" کی دعوت پر امرتسر میں آئی تھیں تو سکھ گوردواروں کے درشن کرتے ہوئے سکھ لیڈروں سے قوم کا اتہاس سن کر اس قدر خوش ہوئی تھیں کہ اپنی لکھی جا رہی کتاب میں سکھوں کی تعریف میں انہوں نے بہت کچھ لکھا تھا۔ "موجی" کے بے مثال ستگور نمبر کے لئے گورو نانک کی حمد و ثنا میں سنہ ۱۹۳۴ء میں نہ صرف اپنی طرف سے عربی زبان میں بیش قیمت نظم بھیجی تھی۔ بلکہ اپنے نامور مذہبی رہنما والد گرامی کے قلم سے بھی ایک بلند پایۂ مضمون لکھوایا تھا اُن کے بے لوث پیار اور پاکیزہ جذبہ کا یہ ذکر کر دینا بھی ناموزوں نہ ہوگا کہ جو خط انہوں نے نظم کے ساتھ لکھ کر بھیجا تھا اُس پر اُن کی آنکھوں سے ٹپکے ہوئے آنسوؤں کے نشان بھی تھے اس سے زیادہ قیمتی ندرانہ گورو نانک جی کے لئے اور کیا ہو سکتا تھا۔ عربی نظم جو انہوں نے لکھی تھی اس کا ترجمہ مطالعہ میں لائیں اور راقمہ کے خلوص دلی کی داد دیں۔ (کوشان)

(۱) میں آج کے دن عظیم المرتبہ اور عقلمند سکھ قوم کو اپنی طرف سے دلی مبارکباد بھیجتی ہوں۔

(۲) اُس ست گورو نانک کے حضور میں اپنا سر جھکاتی ہوں جس کی شان اتنی ارفع اور دلربا ہے کہ ساری کائنات اُسے پیار کرتی ہے۔ اور وہ

ساری کائنات سے پیار کرتا ہے۔

(۳) گورو نانک نے بنی نوع انسان پر اتنی مہر کی ہے کہ اس کے بیان کے لئے میرے قلم میں طاقت نہیں ہے۔

(۴) یہ کوئی تعجّب کی بات نہیں کہ سکھ گورو نانک کو اتنا پیار دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ عہدِ قدیم سے ہی دُنیا گورو صاحب سے محبّت کرتی آئی ہے۔

(۵) اُس کی نظر میں کسی مذہب یا قوم کے بارے میں فرق (امتیاز) نہیں ہے۔ سب لوگ یہ جان چکے ہیں کہ وُہ ساری دُنیا کے لوگوں سے یکساں ہی پیار کرتا ہے۔

(۶) اس کے پوّتر جنم دن کی یاد جو پنجاب ہندوستان اور دُور دراز کے مُلکوں میں منائی جاتی ہے۔ وُہ تمام میٹھے میٹھے راگ راگنیوں سے بھی زیادہ سُریلی ہے۔

(۷) کون ہے وُہ بدنصیب جو اُس عظیم ہادی کے جنم دن پر اپنے ملنے والوں کو بدھائی نہ دیگا۔ اور اُس کی عظمت کے چمکتے سورج سے خود روشنی حاصل نہ کریگا۔

(۸) اسکی پاکیزگی اتنی ہی عظیم اور دلکش ہے کہ جیسے آسمان پر ایک سب سے نرالا چمکدار ستارہ اونچا ہے۔

(۹) اس جنم دن کی تقریب پر ہر ذی حیات خوش ہے۔ ہر فرد اس کی بے پناہ بخششوں اور نوازشوں کے گُن گا رہا ہے۔

(۱۰) گورو نانک صاحب کا امن، شانتی، پریم، ہمدردی اور انکساری کا پیغام دِل کو اسی طرح تسکین دیتا ہے جس طرح بادلوں سے

برستا ہیتہ جلی تپی دھرتی کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔

(۱۱) اُس گورُو نانک پر خدا کی رحمتیں ہوں جسے ساری دُنیا کی قومیں محبّت، عقیدت اور شکر گزاری کے ساتھ یاد کر رہی ہیں۔

(۱۲) مَیں نے اپنی اس نظم کو اُسی گورُو کی حمد و مداح میں سجایا ہے۔ اِس لئے یہ مجھے سُچّے موتیوں کی مالا نظر آئی ہے۔

(۱۳) مگر میری نظم گورُو نانک نامی سمندر کی صِفتوں کے موتیوں کی گنتی کرنے میں عاجز ہی رہ گئی ہے۔

(۱۴) اگر مَیں کروڑوں سطریں بھی لکھ ڈالوں تو بھی گورُو نانک کے وُہ اوصاف جو مَیں بیان کرنا چاہتی ہوں نہیں کر سکتی۔

(۱۵) اے بہادر سکھّو! مَیں آپ کو جن کی قوم دُنیا میں "شیروں کی قوم" کے نام سے مشہور ہے) آج کے دِل کی بہت بہت بدھائی دیتی ہوں

(۱۶) گورُو داتار (سخی) نے تمہیں ایسی شکتی بخشی ہے کہ دُنیا کے جِس حِصّہ پر بھی جنگ میں تمہیں شامل ہونے کا موقعہ مِلا ہے لوگ تمہاری بہادری کے نغمے گاتے ہیں۔

(۱۷) میں خُدا کی درگاہ میں دُعا کرتی ہُوں کہ وُہ تمہاری قوم کو زیادہ سے زیادہ برکتیں اور اوصاف بخشے جن سے روز بروز تمہاری عظمت بڑھے۔

(حنیتہ ب غوری)

ابرِ کرم نانک! جناب جگن ناتھ آزاد ایم اے

گورُو نانک! خزاں کے دور دورے میں قدم تیرا | ریاضِ ہند میں آیا بہارِ جاوداں ہو کر
تُو اِک ابرِ کرم تھا جو زمانِ خشک سالی میں | دیارِ ہند پر برسا محیطِ بیکراں ہو کر

"امن و آگہی کا پیام"

(سحاب سخن جناب آبر احسنی گنوری مرحوم)

خدا ہے ایک تو بیشک ہے اسکا دین بھی ایک — ہیں ایک درجہ کے حملہ پیمبرانِ نیک
جو اصل دین ہے وہ اول خدا کی عظمت ہے — پھر اس کے بعد ہر انسان سے محبت ہے
مگر بھٹکتے ہیں جب اصل راہ سے انسان — سوا خدا کے بناتے ہیں سینکڑوں یزدان
تو لاکھ عیب نمودار اُن میں ہوتے ہیں — پئے غرض وہ عداوت کے بیج بوتے ہیں
محبت اُٹھتی ہے دل میں غرور آتا ہے — بشر بشر کو نئے ڈھنگ سے ستاتا ہے
تو ایسے وقت پیمبر کو بھیجتا ہے خدا — خدا سے پھر وہ بشر کا ملاتا ہے رشتا
یہی طریقہ خدا کا رہا رہے گا یہی — نہ فرق آیا ہے اس میں نہ آسکے گا کبھی

(۲)

ہمارا ملک بھی اس روگ سے بری نہ رہا — یہ واقعہ ہے کہ انسان آدمی نہ رہا
کرشن و رام کی ذہنوں سے مٹ گئی تعلیم — کیا بشر نے نہ احکامِ وید کو تسلیم
خدا کو چھوڑ کے بندے بتوں کے بن بیٹھے — جو دوست دوست تھے آپس ہی میں وہ تن بیٹھے

(۳)

خدا کی راہ میں انساں معتبر تو نہیں — مگر خدا تو خدا ہے کوئی بشر تو نہیں
کوئی بھی باپ گوارا یہ کر نہیں سکتا — کہ میرے ساتھ بغاوت کرے مرا بیٹا
تو پھر خدا کو بھلا کیسے بات یہ بھاتی — کہ میرے بندے کے بندے مجھی سے ہوں باغی
بھٹکتے لوگوں کی قسمت میں ہوش آنا تھا — ضرور رحمتِ خالق کو جوش آنا تھا
کسی کو جنکی صداقت میں کچھ نہیں ہے شک — پئے ہدایتِ مخلوق آ گئے نانک
کہا کہ اے مرے پیارے وطن کے نادانو — خدا کی ذات کو سمجھو، خدا کو پہچانو

ہر اک بشر سے محبت تمہیں ضروری ہے
خدا کے بندوں سے دوری خدا سے دوری ہے

بھلائی چاہو ہر انسان کی زمانے میں
تمہاری سعی ہو اوروں کا غم مٹانے میں

اسی پیام سے روحوں نے زندگی پائی
اسی پیام کی بجتی ہے اب بھی شہنائی

جو اسی پیام کو اے دوستو نہ بھولو گے
تو ہے یقین ہمیشہ پھلو گے پھولو گے

اگر پیام یہ بھولے تو پھر اندھیرا ہے
تباہیوں کا مصیبت کا گھر میں ڈیرا ہے

گورو کی روح کو پہنچے ہزار بار سلام
گورو نے ہم کو دیا امن و آگہی کا پیام

(طویل نظم سے اختصار)

سچ تو یہ ہے!

(جناب رشی پٹیالوی)

بے نواؤں بے کسوں کا آسرا کہئے اُسے
بحرِ ہستی میں تلاطم آزما کہئے اُسے

سچ تو یہ ہے ناخداؤں کا خدا کہئے اسے
پیکرِ حسن حقیقت دیوتا کہئے اُسے

شمع روشن اس نے کی ظلمت سرائے ہند میں
نورِ عرفاں اس نے پھیلایا فضائے ہند میں

بابا نانک!

(از جناب ہر بھگوان صاحب شاد)

اے صداقت کے علمبردار اے نورِ خدا
ہے بجا تجھ کو کہیں مہر و وفا کا دیوتا

اہل دنیا پہ ترا لطف و کرم ہے بے حساب
مومن و کافر ترے در سے ہوئے ہیں فیضیاب

تیرہ بختوں کے مقدر کا سویرا ہو گیا
جو ترے دربار میں آیا وہ تیرا ہو گیا

"گورُو نانک اپنے آسمانوں پر"

مندرجہ بالا ہیڈنگ کے تحت میں اس کتاب میں صرف اُن بڑے نامور لیڈروں، برگزیدہ بزرگوں، عالموں اور تاریخ دانوں کے دلی جذبات کی عکاسی کر رہا ہوں جنہوں نے اپنے خلوص و احترام کا اظہار کسی تحریص و ترغیب کے بغیر (انصاف کی رُو سے) کیا ہے۔ اسی لحاظ سے مجھے اپنا انتخاب عنوان پسند آیا۔ کیونکہ گورُو نانک کی بڑائی اس کے اپنے آسمانوں پر ہی دکھائی دے سکتی ہے —————— (کوشتاں)

بین الاقوامی شُہرت کے بھارتی لیڈر مہاتما گاندھی جی :-

"مَیں گورُو نانک جی کو دُنیا کا سب سے بڑا فلاسفر، ریفارمر اور پیغمبر تسلیم کرتا ہوں۔ آپ نے ذاتیات کی تمیز مٹانے کا اُپدیش دیکر عملی اچھوت ادھار کا پرچم بلند کیا۔ اور بنی نوع انسان پر جو احسان کئے وہ رہتی دُنیا تک یاد رہینگے"

کانگرس پردھان (جمہوریہ ہند کے پہلے صدر) ڈاکٹر راجندر پرشاد جی

"گورُو نانک ہندوستان کے اُن مہاپُرش مہاتماؤں میں سے ہیں جن کی زندگی اور تعلیم نے ہندوستان کی قومی تہذیب اور بھلائی کے حق میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں جو صفحاتِ تاریخ پر ہمیشہ درخشاں رہینگے گورُو صاحب کو صرف ایک جماعت نہیں بلکہ ساری قومیں اپنا بزرگ سمجھتی ہیں۔ یہ اُن کی ہی ہمّت کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی سکھشا سے مختلف دھرموں اور تہذیبوں کو پیار سنگم پر مِلا دیا۔"

بھارت کے دماغ (آخری گورنر جرنل) راج گوپال آچاری :-

"وہ منتر جو ہمیں گورو نانک نے آج سے پانچ سو برس پہلے عطا کیا تھا.
اب بھی ہمارے لیئے کلیان کاری ہو سکتا ہے"۔

نام دھاری پیشوا شری مہاراج پرتاپ سنگھ جی بھیٹی صاحب۔
"شری گورو نانک دیو جی کی سالگرہ پر سکھ ماتر کو چاہیئے کہ وہ اپنے
دلوں میں وہی پیار پیدا کریں جو گورو جی کو سارے دیس سے ہی نہیں بلکہ سارے
برہمانڈ سے تھا۔ جن کا گورو سربت کا بھلا چاہے۔ وہ دوسروں کے ساتھ دویش
(دوئی) کیوں رکھے؟ ہمارے اندر پریم کا ابھاو کا کارن یہ ہے کہ ہم نام
اور گورو بانی کے ابھیاس سے منہ موڑ بیٹھے ہیں۔ مغربی رنگ میں رنگے جا چکے
ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ سکھ نام کی کلا کو چڑھتی رکھیں گے اور سب کا بھلا
چاہنے کی پرتگیا کریں گے۔

ایشیا کے شاعر اعظم ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

میں ست گورو نانک دیو کے چرنوں میں صدق دل سے نمسکار کرتا ہوں۔
جن کا عالمگیر پیار بنی نوع انسان کو ہمیشہ زندگی بخشتا رہے گا۔ اور حق پرستوں
کو سچائی کی پالنا کرنے کے لئے خوف بندھنوں سے آزاد کر دے گا۔
مبارک تھی وہ ساعت جس میں گورو جی نے مات لوک میں اوتار دھارن
کیا۔ ان کا نام زبان پر آتے ہی میرا سر ان کے حضور جھک جاتا ہے۔
اس لئے کہ وہ روحانی پیشواؤں کے سردار تھے۔

ہندوستان کے لاثانی سیاستدان اور عالم باعمل مہاتما پنڈت مدن موہن جی مالویہ
میں پرماتما کے سامنے ہمیشہ پرارتھنا کرتا ہوں کہ ہندو دھرم کے بارے شردھا
اور بھگتی کے جو جذبات شری گورو نانک دیو۔ شری گورو تیغ بہادر جی اور شری

گورو گوبند سنگھ صاحب کے دلوں میں موجزن تھے وہی جذبات اگر ہندوستانیوں میں پیدا ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں غلام نہیں رکھ سکتی۔"

(بھارت کی آزادی سے پہلے)

پنتھ کے بے تاج بادشاہ زندہ شہید بابا کھڑک سنگھ جی

"گورو نانک دیو جی توحید کے آفتاب تھے جس طرف سے بھی دیکھو اُن میں روشنی ہی نظر آئے گی۔ اُن کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے (جو کسی سوشل ریفارمر میں شائد ہی نظر آئے) سب کو اپنا سمجھنا اور اظہار حق گوئی سے کبھی تامل نہ کرنا۔ وہم پرستی اور غلط طریقہ کی اندھی شردھا کے آپ دشمن تھے۔ اس حقیقت کا اظہار انہوں نے مکہ معظمہ، ہردوار، کاشی اور دوسرے تیرتھوں پر نڈر ہو کر کیا۔ وہ صرف سوشل ریفارمر اور پیغمبر ہی نہ تھے بلکہ حق کی آواز بلند کرتے ہوئے جیل جانے والے یا پھانسی پر چڑھ جانے والے منصور سے بھی کم نہ تھے۔ اُن کی زندگی سے ہی شائد تھوڑی سی روشنی ہم نے بھی لی ہے سچے سکھ کا عقیدہ ہونا چاہیئے۔ بے لوث اور بے غرض جذبۂ خدمت"

بلبل ہند شریمتی سروجنی نائیڈو صاحبہ:۔

"ڈسپلن قربانی اور اتحاد یہ سہ گانہ نصب العین جس کے متعلق غیر فانی گورو نانک دیو جی نے عمر بھر تبلیغ کی۔ اور جس کے تحت وہ خود بھی عمل پیرا رہے ہندوستان کے باشندوں کے لئے اپنی قومی آزادی کی موجودہ جدوجہد میں کارآمد ہو سکتا ہے۔ یہ تین نعرے ہی اُنہیں اپنا لینے چاہئیں"۔

مشہور دیش بھگت سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ جی:۔

"دھرم کے لئے سب سے بڑی بیماری "ریاکاری" ہے۔ گورو نانک نے اس بیماری سے سکھ دھرم کو نجات دلائی تھی۔ لیکن بیماری پھر بڑھ رہی ہے گورو مہاراج کے سکھوں کا فرض ہے کہ دھرم روپی (چینلن) کو اس ریاکاری کی شکل اختیار کر گئے اسانپ سے چھڑائیں۔ تاکہ سچے دھرم کا دنیا کے کونے کونے میں صحیح روپ میں پرکاش ہو"

ہندوستان کے نامور قومی رہبر شری یت ساورکر جی:-

گورو نانک نے سکھ دھرم کو وجود میں لاکر ایک ایسی طاقتور اور جانباز قوم کو جنم دیا جس میں بندہ بہادر اور سردار ہری سنگھ نلوہ جیسے بہادر جرنیل پیدا ہوئے۔ گورو نانک کا دھرم ہر انسان کو شورویر۔ دیش بھگت اور حوصلہ مند قومی سپاہی بناتا ہے۔ چڑھتی کلا میں رہنے والے سکھوں کو میں گورو صاحب کے جنم دن کی مبارکباد دل کی گہرائیوں سے بھیجتا ہوں۔

سر ڈاکٹر گوکل چند صاحب نارنگ

"ہندوستان میں جس مہا پرش نے پہلی بار قومیت (راشٹرتہ) کی بنیاد رکھی۔ وہ گورو نانک دیو جی ہیں۔ ان کا سب سے بڑا احسان ہم پر یہ ہے کہ ان کی مہر سے ہی وہ شورویر سکھ قوم وجود میں آئی جس نے مغربی حملہ آوروں کے لئے ہندوستان کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے"

ہندوستان کے روشن دماغ اہل قلم سیاستدان شری کے ایم منشی "اکھنڈ ہندوستان کی لہر (تحریک) جبھی کامیاب ہو سکتی ہے۔ اگر وہ سارے

ہندوستانی متحد ہو جائیں جو ہندوستان کی ایکتا کے لئے سب کچھ قربان کر سکتے ہوں۔ آج جبکہ ہم سب مل کر اس مہاپرش کا جنم دن منا رہے ہیں جس نے ہندوستانی ایکتا کے لئے سب سے پہلے مخلصانہ کوشش کی تھی۔ ہمارا یہ قومی فرض ہے کہ "اکھنڈ ہندوستان" کو برقرار رکھنے کے لئے تیار ہو جائیں

(تقسیم وطن سے پہلے)

"عالمی امن کے انعام یافتہ" دیش بھگت رہنما ڈاکٹر سیف الدین کچلو"

"ہندو مسلم سکھ ملاپ کے بغیر ہندوستان کبھی آزاد نہیں ہو سکتا! گورو بابا نانک کے جنم دن پر میں ہر ہندوستانی سے یہ اپیل کرتا ہوں۔ کہ وہ فرقہ بندی کی فصیلوں کو توڑ کر راحت بخش فضاؤں میں سانس لینے کے سامان پیدا کرے اور ہم سب ایک دوسرے کو ماں جائے بہن بھائی سمجھ کر پیار کریں

(فتح لاہور ۱۹۴۱ء کے گورو نانک نمبر سے)

پنجاب کے مشہور محب وطن لیڈر ڈاکٹر ستیہ پال جی امرتسری:

"ہندوستان کے مذہبی جھگڑوں سے بیزار ہو کر اور واحد لا شریک خدا کا پرچار کرنے کے لئے شری گورو نانک دیو جی نے سکھ دھرم قائم کیا۔ گورو صاحب کے صلح کل اور امن بخش پیغام کی ہندوستان کو پھر ضرورت ہے۔ ملک کا شیرازہ آجکل بھی بکھرا ہوا ہے۔ اس صورت میں سوراجیہ قائم کرنا ناممکن ہے، اگر ممکن بھی ہو جائے تو اس کی سنبھال مشکل ہو گی۔ میں گورو صاحب کے جیون سے بہت اپدیش لے چکا ہوں۔ آگے بھی لیتا رہوں گا۔

وطن ایک، خاک ایک، اور گھر ایک ہونے کے باوجود بھی ہم یہ نہیں سوچتے کہ ہم آزادی حاصل کرنے کے لئے بھی ایک ہو جائیں۔ اس سے بڑی بد نصیبی اور

کیا ہوگی مگر چند ملازمتوں کے لالچ میں ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کاش آج کے دن ہم پریم کی وہ ہوا چلائیں کہ ہم سب کے دُکھ درد دور ہو جائیں۔" ______ (آزادی وطن سے پہلے)

مشہور کانگرسی لیڈر ڈاکٹر گوپی چند بھارگو (سابق وزیر اعظم پنجاب)

"کسی نے سچ کہا ہے جب بھی دُنیا پر پاپ ظُلم کا غلبہ بڑھ جاتا ہے تو عام انسانوں سے بالاتر کوئی ہستی پیدا ہوتی ہے۔ جو بُرائیوں کی بیخ کنی کرنے کی سعی کرتی ہے۔ گورو نانک دیوجی ایسی ہستیوں میں سے ایک تھے۔ انسان کے سامنے جب سیوا یا انسانی بہبودی کا سوال آتا ہے تو تنگ دلی کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ گورو جی کا پیغام اُخوت اور اُن کا قائم کردہ معیار زندگی ساری دُنیا کے انسانوں کے لئے تھا۔ اِسی لئے اُن کو دُنیا بھر کے انسان اپنا پیغمبر مانتے ہیں۔"

گورو نانک۔ نرنکاری پیامبر

(سادھو ٹی ایل وسوانی ایم اے کا بصیرت افروز مضمون)

ابھی پچھلے دن میں نے اپنی ڈائری میں لکھا:۔

جمہوریتیں ناکامیاب ہو گئیں مگر جمہوریت زندہ ہے۔ یہ ایک ہی دن میں ظفر مند ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ دو کام سر چڑھ جائیں (۱) اگر دُنیا سے فرقہ بندیاں اور نا معقول ضدیں مٹ جائیں۔ اور (۲) حکومتیں اُس افضل قانون کے آگے سر جھکا دیں جو اُن کے بنائے ہوئے قانون و ضابطہ سے برتر ہے۔

رفاقت اور ہمدردی کا قانون جس کی گونج دھرتی کے ایک سرے
سے دوسرے سرے تک اس لامحدودیت کی آواز کے ذریعہ سُنائی جاسکتی ہے
دھرتی کے بچّو! تُم سب ایک ہو!
اگورو گوبند سنگھ نے اپنے لفظوں میں اسطرح سُنائی تھی" ایک پتا ایکس کے ہم بارک"
(کوشاں)

اِسی سچائی کا اعلان اُس نے آکر کیا جسے دُنیا نے آج تک اصلی رُوپ
میں دیکھا۔ اور سمجھا بھی نہیں ہے۔ گورو نانکؒ صرف سکھ قوم اور ہندوستان
ہی کی اجارہ داری میں نہیں ہیں۔ وُہ مرسلِ ربّی تھے۔ اِس لئے سب کے پیارے
تھے اور ساری دُنیا کے لئے تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے ایک خدا کی عبادت ہی
پر زور دیا، ایک ہی انسانی بھائی چارے، ایک ہی رفاقت و محبّت کے
قانون کی تابعداری سکھائی۔

وُہ مختلف مذہبوں میں ایکتا کرانے۔ مقدّس کتابوں اور زبانوں میں
ہم آہنگی لانے کے لئے آئے تھے۔

اُنہوں نے اس ایک قدیمی سچائی۔ جگوں سے اپنائے ہوئے یوگ
کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ سب پیغمبروں اور رشیوں کو ایک ہی
بصیرت اور دانشوری قُدرت سے عطا ہوتی آئی ہے۔ اور سب انسانی
حسین تصوّرات اور مندروں مقبروں کے جھروکوں میں ایک ہی محبّت جھلکتی
دکھائی دے سکتی ہے۔ اگر کوئی آنکھ دیکھے!

مَیں نے اپنے آپ سے بار بار یہ پُوچھا ہے کہ سیاسی آزادی کے دَور
میں کیا ہندوستان اپنے نیکنام رشیوں اور گورووں کی سُنہری سکھشا کو
بھُلا کر مغرب کی اندھی تقلید میں امیروں کے زرپرست مذہب ہی کو اپنا لیگا؟

عظیم وحدت اور گورو نانک کے پیغام کے بارے میں محوِ فکر ہوتے ہوئے
میں نے اپنے آپ سے بار بار یہ کہا ہے :-
"کیا اِس رُوحانیت آشنا درویش کی عظمت اور اس کے پیغام کا راز
"سادگی" کے ایک لفظ میں نہیں ملتا ؟"
گورُو نانک اتنے سادہ اور اتنے مُنکسر المزاج تھے کہ اُن کی زندگی کی
کہانی ایک منہ بولتی تصدیق ہے ۔ حضرت یسوع مسیح کے الفاظ میں یہ اس
طرح بیان کی گئی ہے ۔
"مبارک ہیں مُنکسر المزاج لوگ جو دھرتی کو اپنے وِرثہ میں لیں گے"
ہاں طاقت انہیں ہی مِلتی ہے جو مغرور نہیں ہیں ۔ انکسار پسند کمزور نہیں
ہوتے ۔ رضا میں راضی رہنے پر اُنہیں طاقت مِل جاتی ہے اور وہ ثابت قدمی
میں پُورے اُترتے ہیں ۔
وہ طاقت (کلا) جو گورُو نانک کو ملی تھی ۔ گورو گوبند سنگھ اور
دُوسرے گورُوؤں میں آشکار ہوئی ۔ جس نے سکھوں اور اُنکی حکومت
کو بحال رکھا ۔ ایسے دور میں جبتک ہندوستان کی انتہائی ضرورت تقاضا
کرتی تھی ۔ ہمدردی، محبّت کا جذبہ جن کے دلوں میں ہوتا ہے انہیں
شکتی (طاقتِ فراواں) مِلتی ہے ۔
سچائی کے طرفداروں پر جو لوگ ظُلم ڈھاتے ہیں وہ آخر گھاٹے میں
رہتے ہیں ۔ سچائی پھانسی کے تختے پر بھی سرفراز ہو جاتی ہے ۔ پھانسی کا تختہ
شہید کو ابدی حکمرانی کا تاج پہنا دیتا ہے اور کہیں کسی دُھندلکے میں کھڑا
خُدا اپنے سائے میں لیکر اسکی نگہبانی کرتا ہے ۔
حضرت عیسےٰ کو صلیب پر لٹکا دیا گیا ۔ مگر کیا وہ (حضرت مسیح)

فتح یاب نہیں ہو گئے؟ اور ہم اگرچہ "عظیم گورو" کی عظمت کو اپنی زندگیوں میں بھلا چکے ہیں۔ مگر اُس کی انکسار پسند روح ضرور ہماری صحیح راہنمائی کریگی! وہ اپنے کمزور اور فرقہ بندی کے اسیر مُریدوں کو باہمی لڑائی جھگڑوں سے ہٹا کر اپنے سادہ دل بندوں کی زُبان سے پھر سچائی اور محبت کا پیغام سُنائے گی۔ اور دُنیا کے کونے کونے میں اسکی گونج پہنچا دیگی۔ وہ پیغام یہی تو ہوگا:-

"دیکھو ایک طاقتور (فراخ دل) میزبان کی طرف
گورو کے نرنکاری بھائی چارے کا قافلہ بڑھ رہا ہے
بھائیو! ہم اُدھر ہی قدم بڑھا رہے ہیں جدھر
ہمارے سنتوں نے چل کر راہ دکھائی تھی۔
ہم متحد ہیں (نا اتفاقی کو تباہی سمجھتے ہیں)
جسمانی ایکتا سے ہم ایک ہیں
اُمید اور نظریے سے ایک ہیں
اعتقاد اور سخاوت میں ایک ہیں"

(۱۲ نومبر ۱۹۴۸ء کے "دی خالصہ" دہلی (انگریزی) سے کوشتانی نے آزاد ترجمہ کیا)

"گورو نانک اور اُن کا عالمگیر پیغام"

(از مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب عثمانی صدر مسلم مجلس مشاورت)

ہندوستان کے افغانی عہد میں (جسے تاریخ نے اسلامی عہد کا نام دیا ہے) بہت سی ایسی عظیم روحانی شخصیتوں کا ظہور ہوا۔ جنہوں نے دُنیا کو انسانی اخوت و محبت کا پیغام دیا۔ ان شخصیتوں میں حضرت بابا نانک جی کا نام سر

فہرست ہے۔

حضرت بابا نانکؒ نے لودھی افغانوں کا عہد بھی دیکھا ہے اور مغل بادشاہ بابر کا زمانہ بھی۔ سلطان محمدؒ ابراہیم لودھی افغان (شہید پانی پت) بابا نانک جی کا بے حد احترام کرتے تھے۔ لیکن بابر نے کچھ عرصہ تک بابا نانک جی کو "چکی" کی مشقت دی تھی۔ اس کے باوجود اس روحانی پیشوا نے نہ صرف یہ کہ اپنے پیغام محبت و اخوت کی تبلیغ جاری رکھی بلکہ اس کو اور زیادہ اثر انگیز بنانے کی کوشش کی۔

ان دنوں ہندوستان میں سرکاری سطح پر خاص طور سے قومی یکجہتی کا چرچا ہو رہا ہے۔ لیکن آج سے سینکڑوں برس پہلے لودھی افغانوں کے عہد میں بابا گورو نانک مہاراج نے انسانی یکجہتی اور اخوت کا عالمگیر پیغام دیا تھا۔ اور ہر مذہب کے بزرگوں سے خلوص و محبت کے تعلقات استوار کئے تھے۔ خصوصاً مسلم بزرگوں اور صوفیوں سے تو ان کے بہت ہی گہرے روابط تھے۔ جن کا کلام گورو گرنتھ صاحب کی بانیوں میں موجود ہے۔

بابا گورو نانک جی یہی پیغام ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک میں بھی لے کر گئے تھے۔ افغانستان۔ ایران اور عرب میں ان کی یادگاریں معجزانہ طور پر اب تک موجود ہیں۔ اسی طرح بابا جی وسط ایشیا کے مسلم ممالک کے علاوہ "مشرق بعید" کے بھی ملکوں میں یہ پیغام لیکر گئے محبت اور اخوت کے ان متبرک سفروں میں بابا مردانہ اور بھائی بالا ان کے رفیق تھے۔

آج کے ترقی یافتہ زمانے میں زبانوں کے ترجموں کے "شعبے" قائم ہیں۔ جن میں بے شمار مترجم کام کرتے ہیں۔ لیکن بابا گورو نانک جی کا یہ اعجاز

تھا کہ سینکڑوں سال پہلے جس ملک میں گئے وہاں کے باشندوں کو محبّت و اخوت کا پیغام کچھ اس انداز سے دیا کہ سب کے دلوں میں اس کی رُوح سرایت کر گئی۔ کسی زبان کے مُترجم کی ضرورت گُرو جی نے محسوس نہیں کی۔

بابا گورو نانک جی کا ایک طرّہ امتیاز یہ بھی ہے کہ ہر قوم اور ہر ملّت کے لوگوں میں ان کی محبّت یکساں ہے۔ اور سب ہی دل و جان سے اِن کا حقیقی احترام کرتے ہیں۔

عتیق الرحمان عثمانی دفتر "برہان"

اردو بازار۔ دہلی

۲۵ جولائی ۱۹۶۹ء

(کتاب "ذکر نانک" کے لئے لکھی گئی "تقریظ" سے)

مساوات کے پیامبر — گورو نانک

(سردار پرکاش سنگھ صاحب بادل سابق چیف منسٹر پنجاب)

گورو نانک مساوات اور عالم گیر انسانیت کے پیامبر تھے۔ بھارت کے اتہاس میں اُن کے کارناموں کو ہمیشہ خاص مقام حاصل رہے گا۔ اس جہاں گورو کی آواز ہی کا اثر تھا کہ نئی اخلاقی قدروں، بُردباری۔ اور وسیع بھائی چارے کا چرچا ہُوا۔ اس کے نتیجہ کے طور پر ہی ہمارے مُلک میں موجودہ سماج کی بُنیاد سیکولر ازم پر رکھی گئی ہے۔

وقت آئیگا کہ اُن کی رُوح پرور تعلیم سے دُنیا میں کبھی ابدی امن اور باہمی ہمدردی کی ایسی جنّت آباد ہو گی جسمیں ظُلم و ستم اور بے انصافی کا نام و نشان نہ ملیگا۔ یہ راحت خیز انقلاب لانے کیلئے ہمیں گورو صاحب کے مسلک پر صدقدلی سے عمل کرنا پڑیگا

"گورو نانک ساری دُنیا کیلئے ہیں"

(نامور فاضلِ ایران پروفیسر عباس خوشتری)

اگر گوروجی کی مختصر سوانح عمری بھی اضافہ ہوتی تو اُن لوگوں کے لئے جو اس بزرگوار سے پورے طور پر واقف نہیں بہت مفید ہوتا۔ نغمہ دیدار الٰہی کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ کہہ سکتا ہوں کہ "جپ" کسی خاص فرقہ کے لئے نہیں ہے بلکہ جو حقیقت کا طالب ہے۔ اور اپنے من کو پاک کرنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ سکھ ہو یا مسلم۔ ہندو ہو یا مسیحی۔ اِس سے روحانی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

گورو نانک جی جیسے بزرگ کسی خاص فرقہ یا دیس کے نہیں، وہ سارے بشر کے ہیں۔ اُن کا وطن وہ ہے جس کے بارے میں مولانا رومی فرماتے ہیں:۔ "ایں وطن آں است کو را نام نیست" اور اُن کا دھرم وہ ہے جو سیدھا حقیقت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کاش کہ "جپ" کا ترجمہ فارسی میں بھی ہوتا۔ تاکہ میرے ہم وطن اس سے بہرہ مند ہوتے۔

{ ڈاکٹر موہن سنگھ جی دیوانہ ایم اے پی ایچ ڈی کے منظوم ترجمہ "جپ جی" "نغمہ دیدار الٰہی" کے دیباچہ سے اقتباس }

"سچا مذہب ہے تو گورو نانک کا"

(ایرانی مؤرخ مصنف "دبستان مذاہب" نے لکھا)

"اگر کوئی مذہب خدا کو ملنے والا (بغیر بغض وحسد کے) ہے تو لاریب

وُہ گوُرو نانک صاحب کا مذہب ہے۔ مَیں نے اُن کی گدّی پر بیٹھے چھٹے گوُرو ہر گوبند جی کے پاس کچھ مہینے رہ کر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اُن کی نظر میں دکھاوے کی کوئی قدر نہیں۔ وُہ قول و فعل میں صادق ہیں۔ اُن کی بہت سی کرامتیں دیکھی ہیں۔ وُہ "کاکھ اور لاکھ" کو ایک برابر سمجھتے ہیں اُن کے نزدیک تمام قومیں، تمام مذاہب اَور تمام درجوں کے اَفراد ایک جیسے ہیں۔ اُن کے دروازے پر کسی کو نہ نہیں۔ اسلئے ہر مذہب اور ہر قوم کے لوگ اُنہیں پیار کرتے ہیں اور خُدا رسیدہ سمجھتے ہیں"۔

"عظیم ارادے کے دُور اندیش رہنما"

زندگی کی افراتفری میں جب انسانیت دم توڑنے کے قریب پہنچ چکی تھی تو گوُرو نانک جیسے مضبُوط دِل رہنما کا ظہوُر ہوُا تھا۔ اس خُدائی رحمت کے ذکر میں نامور ریسرچ سکالر (محقّق) "فریڈرک پن کاٹ" اپنی کتاب کے صفحہ ۳۰۷ پر لکھتے ہیں:-

"اِس عظیم کام کے لئے گوُرو نانک ہی سب سے پہلے مَرد تھے جو دُور اندیش، راسخ العزم (مضبوُط دل) ہمدرد رہنما بنکر آئے تھے۔ وُہ اپنے اطوار میں اتنے ہی بُلند اخلاق تھے جتنے کہ وُہ اپنے عقیدے میں صادق تھے"۔

نانک کو "نروِیر" ہی کہا جائیگا

پروفیسر سیتارام جی باہری ایم اے۔ ایم او ایل نے اپنی کتاب

"نانک باقی وِچ فلسفہ" میں خدائی صفتوں کے بیان میں صفحہ ۱۴۱ پر "نِروَیر" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جسے کسی سے عداوت نہ ہو وہ پرماتما ہی ہوتا ہے۔ اِسی لئے کئی کوش کاروں (لغات بنانیوالوں) نے نِروَیر کا ایک ارتھ (مطلب) ستگور بابا نانک بھی دیا ہے۔ اس کی تائید میں اسی صفحہ کے نیچے ایک فٹ نوٹ بھی دیا ہے۔ جس میں مشہور مؤرخ عبد الکریم نے "تاریخ پنجاب و تحفتہ الاحباب" میں صفحہ چار پر لکھا ہے:-

"نزدِ نانک شاہ ہندو و مسلمان روبرو بودند یکے را بہ دیگرے ترجیح نمی دارد۔"

اس کتاب میں غلطیاں

میری نظری کوتاہی یا خوشنویس کی فروگزاشت سے کچھ کھٹکتی ہوئی غلطیاں رہ گئیں ہیں۔ ناظرین مطالعہ سے پہلے درستی کرلیں۔ (اکوشاں)

صفحہ	سطر یا مضمون نظم	غلط لفظ	صحیح لفظ
۶	۳	لامحودیت	لامحدودیت
۱۲	۵	جنیئو	جنیو
۵۷	۴	ہوتی	آتی
۶۳	نظم (روحِ نانک سے)	فرہاد	فریاد
۶۳	عنوانِ نظم	مغفرب	مغفرت
۶۵	نظم بیدار	طور	طورنگ
۶۸	نظم برق	سچائی	سمائی
۹۱	۱۴	سمت ۱۹۲۶	سمت ۱۵۲۶
۹۲	۵	۱۹۴۱ سمت ۱۹۵۸	۱۵۴۱ سمت ۱۵۵۸
۱۱۰	۶	چت دھارے	رجت دوارے

"سجدے اور شکرانے"

قیدِ اختصار میں رہتے ہوئے اس عنوان کے تابع مجھے یہی حق حاصل ہے کہ رمزوں میں اپنے دل کی کہہ دوں۔ جواب ملے نہ ملے کسی سے گلہ نہ کرتے ہوئے میں اپنے ادبی بھائی امر چند قیس کے اس شعر میں ہی روحانی تسکین ڈھونڈوں گا ؎ آخر لب تک آئے کیوں ۔ دل کی بات ہے دل کی بات

سجدوں کے تقدم کے لئے میں اپنے اس نیک کردار، علم دوست اور صاف باطن والد ماجد (سوڈھی دلیپ سنگھ مرحوم) کی روحِ پاک کے آگے (تصور میں) ادب سے سر جھکاتا ہوں۔ جنہوں نے شفقت پدری کے سایہ میں مجھے پالا پڑھایا، دُور اندیشی سے میرے علمی ادبی شوق کا اندازہ لگا کر زندگی میں کسی نشہ کے استعمال نہ کرنے کی ہدایت دی۔ اور میرے مطالعہ کے لئے مختلف زبانوں کی اخلاقی، ادبی۔ سیاسی اور مذہبی کتابوں کا بہت اچھا ذخیرہ چھوڑا۔ جس کے طفیل میں اپنی لگن میں کامیاب ہوا۔

سجدوں کے بعد تشکر کے کچھ اظہار بھی ہیں۔ فرض سے تغافل ہوگا اگر ان احباب کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس کتاب کی تشکیل میں کسی طرح میری اعانت کی:-

کتاب کے ابتدائی اور آخری حصّے کے مضامین میں نے قصبہ بسی پٹھاناں میں ترتیب دیئے۔ یہاں کی دل لائٹ سیونگ مشین کمپنی (رجسٹرڈ) کے خوش خلق مالک سردار گوردیو سنگھ جی نے فراخدلی سے نہ صرف میرے قیام و طعام کا بندوبست کیا بلکہ الگ کمرے اور پنکھے یا بجلی کی آسائش بھی مجھے دی۔ اس جگہ کی پیار کا میں عمر بھر اعتراف کرتا ہونگا

پنجاب میں اپنے عالی دماغ بلند اخلاق ۔ ادب نواز دوست سردار گیان سنگھ راڑیوالہ بی اے (سابق چیف منسٹر پیپسو) کا شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے سب سے پہلے میرے اس عزم کو سراہا ۔ اور اپنی طرف سے مقدور بھر قدردانی کا وعدہ فرمایا۔

انہی کی پیروی میں دلدادۂ ادب سردار پرشوتم سنگھ صاحب آف تلانیاں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی۔ سردار پریتم سنگھ جی مالک پریتم بک سٹال جوڑا بازار لدھیانہ ۔ شیفتۂ شعر و سخن شری بنارسی داس جی گابھری ایڈیٹر گابھری نیوز سروس سرہند منڈی ۔ جناب گنگا رام صاحب آید سرہندی ۔ سردار دلیپ سنگھ جی ملہوترہ (ایرتن والے) سرہند منڈی ڈاکٹر پنڈت ہنس راج جی بھوانی گڑھ (ضلع سنگرور) شری پنڈت رام پرکاش جی پاٹھک آف "لائف فیبر کس ملز" لدھیانہ اور سردار پریتم سنگھ جی نواں شہری بی اے ایڈیٹر "انڈسٹری ایج" لدھیانہ کا بھی احسان مند ہوں جنہوں نے اس کام میں دلچسپی کا اظہار کیا ۔ اور کتاب کی ترتیب و اشاعت کے بارے میں بھی مجھے قیمتی مشورے دیئے ۔

اخیر میں میرے سب سجدے اور شکرانے مختلف اخباروں کتابوں۔ (جن کے حوالے دیئے گئے ہیں) کے تمام متعلقین اور ان زندہ و آنجہانی شعرا و ادبا کے لئے وقف ہیں جن کے قیمتی مضامین اور نظموں سے میں نے بے دریغ استفادہ کیا ہے۔

(گوربچن سنگھ کوشاں)

دیباچہ اپنے ندرانوں کا

میرے اِن اپنے ندرانوں میں اکثر و بیشتر نظمیں اور مضامین "نرنکاری نانک کا فرمان سُن لو" وغیرہ میرے رسالہ پھول باغ پٹیالہ، اخبار پنجاب لدھیانہ اور "ہم ہیں بالک ایک پتا کے" نامی پمفلٹ (جو نیشنل پبلشرز شملہ نے شائع کیا تھا) میں اشاعت پا چکے ہیں۔ جو نظمیں کتاب حمدِ نانک اور ذکرِ نانک میں چھپ چکی ہیں اُن پر نوٹ دیدیا گیا ہے۔ صرف ایک طویل نظم "پیارے گورو نانک اور اُن کی تعلیم" ابھی تک ایک چھپا خزانہ تھی جسے اب آشکار کیا جا رہا ہے۔ یہ نظم ۱۹۳۳ء میں مہندرا کالج پٹیالہ میں گورو نانک جنم دن پر منعقدہ عظیم الشان سالانہ مشاعرہ میں پڑھی گئی تھی۔ جناب پروفیسر عبدالرحمٰن صاحب ایم اے کے دوسرے ساتھی جج کی حیثیت سے میں اسے مقابلے میں نہ دکھ سکا تھا۔ مقابلہ کی نظموں میں اُردو کا پہلا انعام شری بھگوانداس صاحب شعلہ (ایم اے۔ ایل ایل بی) اور دوسرا شری بلبیر سنگھ صاحب ورما اخگر (ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائرکٹر تعلیم پنجاب) کو دیا گیا تھا۔ کالج میگزین مہندرا (دسمبر ۳۳ء + جنوری ۳۴ء) میں اُن کا ذکر کیا گیا۔ + +

(گوربچن سنگھ کوشاں)

"نرنکاری نانک کا فرمان سُن لو"

رگُوبچن سنگھ کوشاں نے اپنے اخبار پنجاب لُدھیانہ میں ۱۶ نومبر ۴۸ئہ کو لکھا

اِس سچائی سے کون اِنکار کر سکتا ہے کہ اظہارِ عقیدت کیلئے کسی دکھاوے

کی ضرورت نہیں ہوتی ؎

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ؟ دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں!

پیارے نانک نرنکاری کا پیار تو اُن ہی کے لئے ہے جن کے دِل کپٹ

دُوئی اور خود غرضی سے پاک ہیں۔ وُہ دنیا میں آئے تو "نہ کوئی بیری ناہیں بیگانہ"

کا سندیش لائے۔ کِسی کی امیری یا غریبی سے اُنہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ کسی کی

بُرائی سے اُنہیں کوئی غرض نہ تھی۔ پرماتما کے گن گاتے تھے اور مَردانے کی

رَباب سُنکر مست ہوجاتے تھے۔ سچ مچ نانک نرنکار کے تھے اور اس کی

بنائی ہوئی دُنیا میں سب کو پیار کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اُن کی نگاہ میں

اپنے اور بیگانے کا فرق نہ تھا۔ وُہ عالمگیر ایکتا کے پرچارک تھے۔ امن و

محبّت کے پیغامبر تھے۔ اِس لئے ایک ہی اُپدیش دیتے تھے۔ "ایک پتا ایکس

کے ہم بارک"۔ ع "ہم ہیں بالک ایک پِتا کے"۔ جس طرح ایک مہربان

باپ اپنے سب بچوں کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح ہمارے

شفیق بابے کی رحمتیں بھی سب کے حصّے میں آئی ہیں۔ اگر ہم اپنے نیکدل

مُرشد کی سچّے دِل سے عزّت کرنا چاہتے ہیں تو اُن کے جنم دن پر ہمیں

نہ صرف "آپ گنوایئے تاں شوہ پایئے اور کیسی چترائی" کی جاگتی جوت

سے روشنی لینی چاہیئے بلکہ اُن کے پوّتر مشن کو اُجاگر کرنے کے لئے لڑائی

جھگڑے۔ فرقہ بندیاں اور عداوتیں چھوڑ کر نرنکاری سبھا کا میابی بن

جاتا چاہیئے۔ وہ سکھ نوجوان جنہیں سیاست دھرم سے بھی زیادہ عزیز ہے وُہ اس ایک شعر سے ہی سبق لے سکتے ہیں ؎

ہو چکا خواب آشیاں پورا۔ تنکا تنکا اگر بہم نہ کیا

بات سیدھی ہی ہے کہ جبتک تنکے الگ۔ الگ رہیں گے آشیانہ نہ بن سکے گا وہی بکھرے ہوئے تنکے جنہیں ہوا کے جھونکے اِدھر اُدھر اُڑاتے رہتے ہیں۔ جب اکٹھے کر لیئے جائیں تو پرندوں کا ٹھکانہ اور بسیرا بن جاتے ہیں۔ جو آندھی بارش اور بجلی کی آفتوں کا مقابلہ بھی کر لیتا ہے۔

بالکل یہی حال انسانوں کا ہوتا ہے۔ اگر کسی قوم کے افراد مِل کر نہ رہیں گے تو چھوٹی سی مصیبت بھی اُنہیں برباد کر دیگی۔ کوئی دیش اپنی بڑھتی ہوئی آبادی سے طاقتور نہیں بن سکتا بلکہ یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کے باشندوں میں ایکتا ہو۔

ہمارے وطن (پنجاب) کو آپس کی پھوٹ نے ہی تباہ و برباد کر دیا ہندوستان کی آزادی سے اگر دونوں پنجابوں کو ابھی تک کوئی فیض نہیں پہنچا تو اسی لئے کہ پچھلے سال اس میں رہنے والے بہت سے پنجابیوں نے شیطان کا رُوپ دھارن کر لیا تھا۔ آدمی ہی آدمی کی جان کا لاگو ہو گیا۔ آدمیت خون میں ڈوب گئی۔ اخلاق کہیں لمبی تان کر سو گیا۔ لاکھوں بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ پرایا دھن مال لوٹنے کے لئے پوربی اور پچھمی پنجاب میں فرقہ پرست غنڈوں نے بیگناہوں پر بھی بیدردی سے چھریاں تلواروں اور نیزوں کے وار کئے۔ کھڑی فصلیں اُجاڑ دی گئیں۔ مکانوں کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ بے رحمی نے دِلوں کو پتھر بنا دیا۔ آنکھوں میں مروّت نہ رہی۔ پڑوسی کا پڑوسی دشمن بن گیا۔ بچوں کی چیخ پُکار بوڑھوں کی فریاد اور عورتوں

کی گریہ و زاری بے اثر ہو کر رہ گئی۔ انسان صورت خونخوار درندوں نے پانچ دریاؤں کی دھرتی کو جلتا ہوا جہنم بنا دیا۔ یہ انگریز کی آزادی بخش سیاست کا ننگا مظاہرہ تھا کہ سب کے پیارے بابا نانک کے وطن میں بھی لہو کی ندیاں بہہ نکلیں۔

اِس دل گداز سانحہ کو بھول جانا آسان نہیں۔ مگر پھر بھی جب ہم یہ سوچتے ہیں۔ کہ قدرت کے کارخانہ میں بننے اور بگڑنے کا عمل جاری ہی رہتا ہے، تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "بھارتی بٹوارے" کے شہیدوں کی چتاؤں پر کبھی پھر سانجھے ہی میلے بھرنے لگ جائیں۔ اب بھی ہمارا اندازہ یہ ہے کہ غیروں کی سازش کے شکار ہو چکے دیش کو نیا جنم ملا ہے۔ اسلئے اسے امن کی ضرورت ہے۔ وہ جو "نانک نرنکاری" کے سچے عقیدت مند ہیں۔ اُن کا یہ فرض ہے کہ قوم و ملک میں اتحاد کا پرچار کریں۔ اور سکھوں کے لیڈر آج کے دن صرف ایک ہی گُر سیکھ لیں کہ "ایک بنیں گے اور نیک بنیں گے"۔

"گورو نانک"

برابر تھے خدا کے اور نہ ہمسر تھے گورو نانک   نگاہِ شوق میں اُس کا ہی مظہر تھے گورو نانک!

سخا کا ایک نخلِ بار آور تھے گورو نانک   نقوشِ زہد کے رنگین جوہر تھے گورو نانک!

کبھی وہ دِل میں رہتے تھے کبھی آنکھوں میں بستے تھے   انہیں دونوں گھروں کے ایک دلبر تھے گورو نانک!

محبت آفریں و صلح پرور تھا پیام اُن کا   وطن کے اک نرنکاری پیمبر تھے گورو نانک!

مُقدر جاگ اٹھے اُنکے نگاہیں اُٹھ گئیں جن پر   مگر تبدیلیٔ قسمت کے محضر تھے گورو نانک!

وہ بچتے کس طرح دنیائے دُوں کے خار زاروں سے   ریاضِ معرفت کا اِک گُلِ تر تھے گورو نانک!

تمنائے وصالِ یار میں کھوئے گئے ایسے
اُسی کی ہو بہو تصویر یکسر تھے گورو نانک!

نہ تھا اُن کی نظر میں امتیازِ خویش و بیگانہ
قیودِ مذہب و ملّت سے برتر تھے گورو نانک!

طریقت آپکی آلودۂ رماں نہ ہوتی تھی
ریاضت آشنا ہمارہ رز میر تھے گورو نانک

محیطِ عشق کی ہر موج طوفاں خیز تھی لیکن
یمِ طوفاں زا کے اک شناور تھے گورو نانک!

اُنہیں بہبودیٔ خلقِ خدا کا تھا خیال اتنا
مسافت میں رہے اور اس غم سے مضطر تھے گورو نانک

سرور و کیف طاری ہے ابھی تک بزمِ امکاں پر
شرابِ مستیٔ مطلق کے ساغر تھے گورو نانک!

ہزاروں آرزوئیں دستِ حسرت ملتی رہتی تھیں
اُٹھائے سر اگر کوئی تو خنجر تھے گورو نانک!

تجھے اندازۂ اُلفت کی کیا توفیق ہے کوشاں؟
جمالِ یار کا خاموش پیکر تھے گورو نانک!

(یہ نظم کتاب "حمدِ نانک" میں بھی چھپی ہے)

"حق یہ ہے کہ حق پردۂ نانک میں چھپا تھا"

وہ واعظِ اُلفت تھا کہ سر سنگِ فنا تھا
نانک کا تو ملنا ہمیں انعامِ خدا تھا

ادنیٰ سی کرامات تھی اُس شاہِ عطا کی
کی جس پہ نظر صاحبِ توقیر ہوا تھا

جب سب تھے سراسیمہ و حیران پریشاں
نانک نے ہی تسکین کا پیغام دیا تھا

دیوانگیٔ جوشِ محبت ترے صدقے!
ہر شوق کی محفل میں عجب رنگ جما تھا

توحید کا پرچار کیا جس نے جہاں میں
نانک وہی دلدادۂ تسلیم و رضا تھا

اُس ہادیٔ برحق نے اُٹھایا علمِ حق
باطل ہی سے تعجب سند پہ ہاں قبضہ کیا تھا

کیا شان ہے اُسکی دلِ مخمور سے پوچھو
مے خانۂ نانک سے جسے جام ملا تھا!

نفرت ہی سے تکتی تھیں جنہیں سب کی نگاہیں
اخلاص و محبت نے اُنہیں شرف دیا تھا

انکارِ صداقت کی جسارت کسے ہوگی
حق یہ ہے کہ حق پردۂ نانک میں چھپا تھا

دکھلائی زمانے کو عجب شانِ تجارت — سودا جو کیا اُس نے وہ سچا ہی کیا تھا
جنّت ہے درِ الفتِ مخلوق پہ حاضر — اِس عقدۂ دشوار کو حل اُس نے کیا تھا
اُٹھتی ہی نہ تھیں دہر کی سمت اسکی نگاہیں — پنجاب کے ساقی نے عجب جام دیا تھا!

اظہارِ عقیدت ہے کوئی کھیل نہیں ہے
کوشاں کو شعور اُس کا ازل ہی سے ملا تھا!

یہ نظم کتاب حمدِ نانک میں بھی چھپی ہے

التجا

(گیارہ بندوں پر مشتمل یہ نظم کتاب ذکرِ نانک میں بھی چھپی ہے)

(۱)

اے آنکھوں کے تارے نرنکاری نانک،
دل و جاں سے پیارے نرنکاری نانک
وطن کے دلارے نرنکاری نانک
صداقت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۲)

ہر اک دل میں تیری بڑی آبرو ہے
جہاں کو ترے پیار کی جستجو ہے
"کسی کو نہ دکھ ہو" تری آرزو ہے
مروّت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۳)

وفا آشنا تھا ترا نیک مسلک
ثنا خواں تری ساری قومیں ہیں اب تک
محبت کا اوتار تھا تو اے نانک!
محبت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۴)

سبق آدمیت کا سب کو پڑھایا
تو بر وقت پیغام لے کر یہ آیا
"چھلاوا سمجھنا یہ دنیا کی مایا"
حقیقت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۵)

دوئی کے چڑھے بادلوں کو اڑا دے
زمانے کو سیدھا سا رستہ دکھا دے
ہمیں پیار سے مل کے رہنا سکھا دے
اخوت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۶)

زر و مال کے ڈھیر کوئی لگائے
تجارت سے کتنا کوئی دھن کمائے
کوئی حکمرانی کا سکّہ چلائے
قناعت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۷)

بڑی بے وفا ہے یہ مکّار دنیا
مداوا ہو اس کا ہے بیمار دنیا
رعونت کی مے سے ہے سرشار دنیا
اطاعت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۸)

چمکتا بھی کیا ہے اختر کسی کا؟
وطن میں نہیں کوئی یاور کسی کا!
مصیبت سے خالی نہیں گھر کسی کا!
مسرت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۹)

جوانوں میں بھی جوشِ غیرت نہیں ہے
نیا کام کرنے کی ہمّت نہیں ہے
لگن ہی کوئی دل میں چاہت نہیں ہے،
شجاعت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۱۰)

کہیں عیش کی محفلیں، قہقہے ہیں
غریبوں کے دل خون ہو کر رہے ہیں
ستم بیکسوں نے ہزاروں سہے ہیں
رفاقت کا پیغام تو پھر سنا دے

(۱۱)

تجھے اپنے ایثار پر ہی یقیں ہے
برابر ترے کوئی کوشاں نہیں ہے
نہیں ہے، نہیں ہے، نہیں ہے، نہیں ہے
ریاضت کا پیغام تو پھر سنا دے

اُجالے جو مجھے گورونانک نے دکھائے

(۱)

"گھٹ گھٹ میں ہر جو وسے"

دیر و حرم میں جا کر جس کو میں ڈھونڈتا تھا
دلبر وہ ایک اپنا دل ہی میں پا لیا ہے!

(۲)

عظمتِ کردار

ہندو کا مسلمان کا سکھ کا جو خدا ہے، سب کا ہے وہ رحمان، نہ ہندو نہ مسلمان
کوشاں اُسے کردار کا پروانہ دکھاؤ جنت کا ہے دربان، نہ ہندو نہ مسلمان

(۳)

درسِ توحید (ایک ہی ایک)

خُدائی کی حد میں جہاں ایک ہے زمینیں کئی آسماں ایک ہے
بھٹکتے ہیں سجدے ہزاروں مگر درِ عشق کا آستاں ایک ہے

(۴)

نانک وڈّا آکھیئے آپے جانے آپ

تیرے رستے کی خاک چھانی ہے میں نے آخر شکست مانی ہے
اپنی عظمت گنوائے گا وہ عشق جس کو سودائے کامرانی ہے

دُنیا کہاں سے بن گئی مِٹ کر کہاں یہ جائے گی۔ تحقیق بھی جنون ہے عاقل کی آگہی نہ دیکھ
جو ہے رازِ حق اُس پہ پردے پڑے ہیں۔ بشر کو تلاشِ حقیقت نے مارا

(یہ نظم "ماہ نانک" میں بھی چھپی ہے)

گُورو نانک جو مجھے نظر آئے

کالے اندھیروں میں اُجالا کرنے والا ایک ایسا سورج جس کے لئے کبھی شام نہ آئیگی اور جس کی کرنیں نہ صرف بھارت بلکہ دُنیا کے ہر اُس گوشے میں جہاں انسان بستے ہونگے روشنی بکھیرتی رہیں گی۔

رواداری اور الفت کے پیامبر، آدمیت کے ایسے اوتار جو خدا کی مخلوق سے پیار کرتے ہوئے عمر بھر نام کی خماری میں مست رہے۔

وہ پندرھویں صدی کے زخموں کا علاج تھے۔ اور آنے والی کتنی ہی صدیوں تک تسکین بخش مرہم بانٹتے رہیں گے۔

جمالِ حقیقی اُن کے نوری پیکر میں جلوہ گر تھا۔ وہ شانِ بے نیازی کی مثال آپ تھے۔ اور اعترافِ گناہ کے حق میں ابرِ رحمت۔ عظمتِ مقصد اور روح کی پاکیزگی اُن کے ہر عمل میں نمایاں تھی۔

اُن کے جلالِ ربّی کے آگے اگر مغرور سلطانوں اور بادشاہوں نے سر جھکا دیئے تو عصیاں شعار ٹھگوں۔ رہزنوں اور آدم خور راکھشسوں نے بھی اُن کی سچّی سکھشا سے فیض پاکر اپنی زندگی سُدھار لی۔ یہ نرنکاری کرامات کی تاثیر تھی۔

وہ بے مثال کرم یوگی۔ سائنس دان (وگیانی)۔ سوشل ریفارمر اور مخلوقِ خدا سے پیار کرنے والے باعمل رہبر تھے۔ اس لئے حقّانیت کے پرچار کے لئے دُور دُور تک پہنچے۔ اور سفر کی زحمتیں ایک چوتھائی صدی تک برداشت کرتے رہے۔

وہ اس اصلیت سے آشنا تھے کہ دُنیا سے جنگ و جدل کا تصوّر ہمیشہ کے لئے اُس وقت تک نہیں مِٹ سکتا۔ جبتک انسانوں کے کردار میں تبدیلی نہیں آتی۔ اور مجلسی کایا پلٹ اُنہیں عالمگیر بھائی چارے کے دائرے میں نہیں لاتی۔

وہ جانتے تھے کہ رنگ و نسل کے تفرقے۔ بڑائی چھوٹائی کے جھگڑے جبتک نرنکاری رحمت کے سائے میں پہنچنے کے لئے ختم نہ کئے جائیں گے

دُنیا کے طُول وعرض میں نفرت۔ دُشمنی اور ہولناک لڑائیوں کی آگ کی لپیٹیں اُٹھتی ہی رہیں گی دائمی امن صرف ہوا وہوس کی قید سے آزاد ہو جانے پر ہی مل سکتا ہے۔

وُہ جتنی دیر زندہ رہے سب کے محبوب بابا بن کر رہے۔ اس دُنیائے فانی کو چھوڑا تو ہندوؤں اور مسلمانوں نے اپنی اپنی یگانگی جتا کر نذر آتش کرنے یا اپنے طریقے سے دفنانے کے لئے اِصرار کیا۔ اُن کی محبوبیت کا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت کیا ہوگا؟

وُہ بچپن سے ہی اپنے فرض کی ادائیگی میں یقین رکھتے تھے۔ بچپن میں باپ کے مویشی چرائے۔ مال ومتاع لُٹا کر انہوں نے بھوکے سادھوؤں کو بھوجن کھلا کر "سچا سودا" کیا پھر سُلطان پور میں نواب دولت خاں لودھی کے مودی بنے۔ وہاں "بئیں ندی" کے کنارے مراقبہ بھی کرتے رہے۔ بنی نوع اِنسان کی بھلائی کے لئے تقریباً چوتھائی صدی تک چار "اداسیوں" میں مسافرت کرتے رہے۔ رہنمائی کی کرامت دکھا کر واپس آئے تو عُمر کے آخری دَور میں کرتار پور آباد کر کے اپنا معاشرتی کام کاج کرتے ہوئے بھی محوِ ریاضت رہے۔

جو اندھے ہیں اُن کے لئے تو دن اور رات برابر ہیں۔ مگر جن کی آنکھیں کُھلی ہیں اور جنہیں بصیرت (گیان) کی روشنی ملی ہے۔ وُہ خوب سمجھتے ہیں کہ گورو نانک نے توحید کے پرچار سے دُنیا کے مختلف فرقوں میں اتّحاد کے لئے جو لنشیں کوشش کی۔ اُسے کوئی اہل دل ونظر فراموش نہیں کر سکتا تاریخ انہیں غریبوں اور بیکسوں کے سچّے حمایتی کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھّے گی۔

وہ اپنے زمانے کے لئے بھی اُمید کی ابھرتی کرن بنکر آئے تھے۔ اُنکی تعلیم و ہدایت آنے والے کتنے ہی جگوں میں بھی نور برساتی رہیگی۔ اور اُن کی رُوح کی آواز ہمیشہ صُلح و آشتی کا پیغام دیتی رہیگی ÷

گورُو نانک نے حق حلال کی روزی کمانے، اُسے بانٹ کر کھانے اور ہری کا نام جپنے کا عملی سبق دیکر بتا دیا کہ مادّیت پر رُوحانی طاقت سے ہی فتح یابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ایک حُکم ہے۔ "من جیتے جگ جیت"

ست گورُو نانک کا ارفع جیون ایک نُورانی کارنامہ ہے۔ اس ثبوت کے لئے کہ اپنے حصُولِ مقصد کے لئے سیاہ کاری اور حیلہ سازی کی نسبت اخلاقی بُلندی اور سچائی کی طاقتیں زیادہ مُوثر ہوتی ہیں۔ اِسی کردار کی خوبصورتی کو سامنے رکھ کر انسانی برادری کے حلقے کو زیادہ وسیع دیکھنے کی خواہش رکھنے والے بُلند اخلاق اشخاص اُنہیں صدقدلی سے پیار کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ کیونکہ انہوں نے (گورُو صاحب نے) عالمگیر امن کے لئے جو مخلصانہ کوشش کی۔ وہ ایک گروہ کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ دُنیا بھر کے لئے نوید مسرت بنی رہے گی +

(گوربچن سنگھ کوشال)

"پیارے گورو نانک اور اُنکی تعلیم"

تاریخ مصرع طرح :-

مِٹایا آ کے نانک نے جہاں سے کُفر و بدعت کو

(تمہید ایک قطعہ میں)

تحرک آج اتنا تھا مرے جوشِ عقیدت کو — میں بےخود سا چلا آیا یہاں تعظیم و مدحت کو
اُسے مرغوب ہے وحشت میں عقل و ہوش کھو دینا — مُقدّر میں ہو جس کے دیکھنا ہے نورِ وحدت کو
نیاز و اِلتجا لیکر میں اس محفل میں آیا ہُوں — عجب کیا چاند لگ جائیں مرے عرضِ ارادت کو

(مَدحت)

بصیرت مُنکشف کرتی ہے اس رازِ حقیقت کو
جمالِ یار مِلتا ہے کسی شیدائے طَلعت کو
اُٹھائے سرِ بیرنگیٔ عالم کے پردے سب
بصارت بخش دی نانک نے ایسی چشمِ حیرت کو
نُمایاں کر دکھائی وُہ طریقت اُس نے دُنیا میں
کرامت گھر سے خالق کے مِلی جس کی کرامت کو
دِلوں سے دُھل گئی کچھ اس طرح گردِ کدُورت بھی
نہ اپنایا محبّت میں کِسی نے بُغض و نفرت کو
پیامِ اِمن کیوں لاتے نہ وُہ محبوبِ عالم تھے؟
خُدا نے بھی تو بھیجا تھا اُنہیں سب کی ہدائت کو

اَلم بھی رَنج بھی دُکھ درد سب اُڑتے نظر آئے
مٹا یا آکے نانک نے جہاں سے کفر و بدعت کو
سراپا صلح جو اس صلح جو طینت کا کیا کہنا؟
زمانہ یاد کرتا ہے ابھی تک اُنکی سیرت کو
خیال و خواب میں بھی تو اُنہیں حشمت نہ بھاتی تھی
رفیق زندگی سمجھے تھے وہ سوزِ محبّت کو
نیازِ عشق میں ہر شخص کو کامل نظر آئے
اُنہیں پر ناز کیوں ہوتا نہ پھر شانِ نبوّت کو؟
ازل سے مست صہبائے محبّت ہیکے آئے تھے
بڑائی اُس پہ کیوں دیتے کسی دُنیا کی نعمت کو؟
نہ کچھ تخصیص اپنوں کی نہ کچھ تفریق غیروں سے
یہی ہے فوقیت حاصل نرنکاری مُروّت کو
یہ نسبت ہے نفیری کو گورُو کے باب اعظم سے
پکڑ کر میں نہ چھوڑوں گا کبھی دامانِ رحمت کو
کُھلے خم ہی لنڈھاتے پر جب آتے تھے تو کہتے تھے
پیئو اے میکشو: کوسو نہ تم اپنی ہی قسمت کو
خیالِ مئے فروشِ یار نے بیخود کیا اتنا
مرے مرشد نے جا دیکھا فلک پر نوری زینت کو
نمایاں اِس زمیں پر ہی انوکھا آسماں کرتے
اُنہیں جو فکر ہی ہوتی کبھی جانے کی جنّت کو
ہر اک بزمِ طریقت میں گورو نانک کا چرچا ہے

پتا رفعت کا مِلتا ہے مگر اہلِ ریاضت کو
یہ ادنےٰ سا کرشمہ تھا فقط اُن کی اطاعت کا
کمالِ انکساری سے مِل آئے شاہِ قُدرت کو
نوائے آشتی تعلیم یہ اُن کی سُناتی ہے
اگر انسان ہو سمجھو عبادت تُم محبّت کو

اعترافِ واقعی

اگر تعظیم دینی ہے کبھی آقائے قُدرت کو — تو حصّہ تُم بھی دو اُلفت کا اسکی پیاری خلقت کو
کہا بابا نے شاہوں سے کہ ہے شانِ حکومت کیا؟ — اگر کم کر نہیں سکتے غریبوں کی مُصیبت کو!
گئے کعبہ میں جا کر بھی ہویدا یہ حقیقت کی — سِمٹنا اِک جگہ ممکن نہیں تنویرِ قُدرت کو
شعاعوں کو ذرا مہرِ درخشاں ہی میں دیکھیں وہ (ق) — جو کہتے ہیں تعلّق کچھ نہیں وحدت میں کثرت کو
جہاں کے ذرّے ذرّے میں جمالِ یار پنہاں ہے — نظر آتا ہے لیکن یہ کسی چشمِ بصیرت کو

(خاتمہ)

ہمارے واسطے تیار اِک دُنیا نئی کر دیں — اگر ہم آزما دیکھیں گورو صاحب کی رحمت کو
وہی تفرقہ و نفرت کا ابھی پرچار کرتے ہیں — سمجھ پائے نہیں جو اپنے ہادی کی ہدایت کو
(ق)
یہی تقصیر آئیگی کسی دن سامنے اُن کے — اگر اب بھی ہوئے مائل نہ وہ دِل کی ملامت کو
مِرے مُرشد نے سکھلایا مجھے تو صُلح جُو بننا
بدل سکتا نہیں کو شاں میں اپنی اس جبلّت کو

(سنہ ۱۹۳۳ء میں لکھی گئی غیر مطبوعہ نظم)

ہائے یہ حال اپنا

ع نانک تو ہی فریاد رس

تنگ دستی میں یہ حالت ہوگئی — زندگی سمجھو عقوبت ہوگئی
پھول جب کانٹے نظر آئے ہیں — حسنِ گلشن سے بھی نفرت ہوگئی
حکمراں کیسے مداری بن گئے — اک نمائش جز و حکمت ہوگئی
موٹروں کے قافلے نکلیں جلوس (ق) — اور ادھر تیلوں کی قلت ہوگئی؟
آئے دن بھاشن ہیں دیتے ہیں فریب — جھوٹی دلداری کی عادت ہوگئی
کتنی خوشحالی ہے اپنے دیس میں؟ — فاقوں سے موتوں کی کثرت ہوگئی
سوکھ کر کانٹا ہے جن کے بدن — ان کو رونے سے بھی فرصت ہوگئی
رہنماؤں پر بھروسہ کیا کریں؟ — مالداروں سے انہیں اندھی محبت ہوگئی
ڈنڈا دکھانے کی جن کو چاہ ہے (ق) — آجکل ان کی حکومت ہوگئی
وہ غریبوں کی سنیں فریاد کیوں؟ — ہوگئی ان سے تو نفرت ہوگئی
جو دکھی لوگوں کی سنتی تھی پکار (ق) — وہ خدائی بے مروت ہوگئی
بول بالا تھا کبھی اخلاق کا — کالے دھن کی اب ہے عزت ہوگئی

انقلابی بن گئے کھادی نواز!
ساقی و ساغر سے الفت ہوگئی!

۱۰ ستمبر ۱۹۷۴ء ——— (گوربچن سنگھ گوشاں)

"سب کے پیارے نانک"

پہلی بار —— نومبر ۱۹۷۴ء

قیمت فی جلد —— چھ روپے

قلم کار —— واسدیو لوتھڑہ خوشنویس
لدھیانہ

مطبوعہ —— پنجاب نیشنل پرنٹنگ پریس
ریلوے روڈ جالندھر شہر